Spot CMYK#Waheed

صفحہ

ترتیب وتحریر

اداریہ .... یہ زلزلے اور یہ طوفان........................مفتی محمد رضوان ۳

درسِ قرآن.......... سورہ بقرہ (قسط۶).................................مفتی محمد رضوان ۹

درسِ حدیث .... عذابِ قبر کے اسباب (قسط۲)........................مفتی محمد یونس ۱۱

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

ماہِ ذیقعدہ اور ذی الحجہ کے اجمالی فضائل ومسائل (دوسری وآخری قسط)..............م۔ر۔ن ۱۵

ماہِ ذی الحجہ: پہلی صدی ہجری کی اجمالی تاریخ کے آئینے میں ..مولوی سعید افضل رمولوی طارق محمود ۲۰

حضرت ھود علیہ السلام اور قوم عاد (قسط۳)..................................مولانا محمد امجد ۲۷

صحابیٔ رسول حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ....................................انیس احمد حنیف ۳۳

تجارت کی فضیلت واہمیت (قسط۱)..مفتی منظور احمد ۳۷

سلام کرنے میں پہل کرنے کا ثواب...حافظ محمد ناصر ۴۰

گفتگو کے آداب..مفتی محمد رضوان ۴۲

پریشان کُن خیالات ووساوِس اور اُن کا علاج (قسط۷)..............................// // ۴۴

مکتوباتِ مسیحُ الاُمّت (بنام حضرت نواب قیصر صاحب) (قسط۱۰)..........ترتیب: مفتی محمد رضوان ۴۷

طلبہ کو حد سے زیادہ مارنا (قسط۲) (تعلیماتِ حکیم الامت کی روشنی میں)..............// // ۴۹

علم کے مینار....امام محمد رحمہ اللہ فقہ حنفی کے مُدَوِّن وترجُمان (تیسری وآخری قسط)....مولانا عبدالسلام ۵۱

تذکرۂ اولیاء:... حضرت عروہ بن زبیر رحمہ اللہ (قسط۱)..........................مولوی طارق محمود ۵۶

پیارے بچو! .... اچھا بچہ بننے کے گُر (قسط۱)...................................ابوریحان ۵۹

بزمِ خواتین عیدالاضحیٰ کے موقعہ پر خواتین سے چند باتیں.......................مولانا محمد امجد ۶۱

آپ کے دینی مسائل کا حل.... میّت کی طرف سے قربانی اور جانور کا دونداہونا.....دارالافتاء ۶۵

کیا آپ جانتے ھیں؟ .... قربانی سے متعلق معلومات، احکامات وتجزیات.......م۔ر۔ن ۶۸

عبرت کدہ ...... زَلزَلوں کی دنیا..مولانا محمد امجد ۷۲

طب وصحت ..... گوشت کے طِبّی خواص...مولانا محمد امجد ۷۷

اخبارِ ادارہ ادارہ کے شب وروز..مولانا محمد امجد ۸۰

اخبارِ عالم .... قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں..................................ابوجویریہ ۸۲

The Essentials Of Faith..ابرار حسین ۸۴

Idara Ghufran

اداریہ مفتی محمد رضوان

یہ زلزلے اور یہ طوفان

26 دسمبر 2004ء بروز اتوار کی صبح بھی روزمرہ کے معمول کی طرح طلوع ہوئی تھی، اور انگریزی رسم کرسمس منائے ہوئے ابھی دو ہی دن ہوئے تھے، بلکہ ابھی اس رسم کے آثار باقی تھے، اور ائیر نائٹ یعنی انگریزی سال کے آغاز پر جشن منانے کی تیاریاں عروج پر تھیں، لاکھوں سیاح جشن منانے کے لئے بحر ہند کے ساحلی علاقوں میں سیر وتفریح اور ناچ گانوں میں مصروف تھے، کافروں کے ساتھ ہزاروں مسلمان بھی شراب اور کباب کی محفلیں سجانے میں منہمک تھے، لاکھوں افراد اپنے گھروں میں میٹھی نیند سو رہے تھے، یا پھر کھانے پینے میں مشغول تھے، غرضیکہ تمام معمولات روزمرہ کی طرح چل رہے تھے، کسی کو آنے والے وقت کا کچھ پتہ نہیں تھا، صبح تقریباً ساڑھے نو بجے کا وقت تھا مگر قدرت کی طرف سے اس صبح کے لئے ''سونامی'' زلزلے اور طوفان کا اٹل فیصلہ مقدر ہو چکا تھا، ایک ایسا فیصلہ جس کے سامنے کسی بڑے سے بڑے سائنسدان کا ہنر کام نہیں آ سکتا تھا، جس کا مقابلہ کسی ایٹم بم کی طاقت اور میزائل کی قوت سے نہیں کیا جا سکتا تھا، ایسا فیصلہ جس نے دنیا کے نقشہ کو اُلٹ پلٹ کر دیا، دنیا کے مختلف حصوں کی جغرافیائی حیثیت تبدیل کر دی اور دنیا بھر کے موسموں میں غیر معمولی تغیر پیدا کر دیا جس نے پوری زمین کو اپنے محور سے ہلا کر رکھ دیا اور منٹوں میں بڑی بڑی تہذیبوں اور عالیشان بستیوں کے نام ونشان کو نیست و نابود کر دیا، جس کے نمودار ہونے پر کافروں اور دھریوں نے بھی قدرتی طاقت اور غیبی قوت کا اعتراف کر لیا، جس کی طاقت دس ہزار ایٹم بموں کے لگ بھگ قرار دی گئی اور اس کی رفتار پانچ سو میل فی گھنٹہ تسلیم کی گئی...... 26 دسمبر کے اس حادثہء فاجعہ اور قیامتِ صغریٰ نے انسانیت کے لئے بے شمار عبرت ونصیحت کے نشان چھوڑے، اور کم از کم ایک مرتبہ انسان کو اس بات کے سوچنے پر مجبور کر دیا کہ کوئی غیبی طاقت ایسی ضرور موجود ہے جو تمام طاقتوں پر غالب اور حاوی ہے اور اس کا دنیا کی کوئی قوت مقابلہ نہیں کر سکتی ...... سونامی طوفان جس کے خطرات کو قبل از وقت کوئی مشین محسوس نہیں کر سکی اور جس سے بڑے بڑے سائنسدان بے خبر تھے، قدرت کی جانب سے قبل از وقت بے زبان اور معصوم جانوروں کو آگاہ کر دیا گیا مگر مجرم وخطاوار انسان پر اچانک ہلّہ بول کر ہمیشہ کے لئے دنیا سے رخصت کر دیا۔ اس طوفان کے سامنے بڑے بڑے مکانات، عمارتیں

اور پلازے، گاڑیاں اور کشتیاں تنکوں اور انسانی لاشیں تڑپتی ہوئی مچھلیوں کی طرح معلوم ہو رہی تھیں، مکان اور مکین سب ہی کا نام ونشان مٹ گیا، بلکہ گذر گاہوں کا بھی وجود ختم ہوگیا...... اطلاعات کے مطابق دنیا کے بڑے بڑے تاریخی طوفانوں اور ہلاکت خیز زلزلوں میں یہ سب سے زیادہ شدید طوفان اور زلزلہ تھا جس کی شدت 10 کے قریب ریکارڈ کی گئی...... عالمی بینک کی رپورٹ کے مطابق اس طوفان اور زلزلے کے نتیجہ میں جنوبی ایشیا کے چھ ارب سے زائد مالیت کا مادی نقصان ہوا ہے اور انسانی جانوں کی تو کوئی قیمت ہی نہیں جواب تک کی اطلاعات کے مطابق دو لاکھ سے تجاوز کر چکی ہے، اس طوفان وزلزلے سے متأثر ہونے والے ممالک میں انڈونیشیا، سری لنکا، بھارت، ملائیشیا، مالدیپ، تھائی لینڈ، بنگلہ دیش اور افریقہ کے ممالک صومالیہ اور کینیا شامل ہیں ...... بھارت، سری لنکا، تھائی لینڈ، انڈونیشیا، ملائشیا اور مالدیپ وغیرہ جزیروں کی نوّے فیصدی آبادی تباہ وبرباد ہوگئی، بچ رہنے والے کروڑوں افراد کی خوراک اور پینے کے صاف پانی کا انتظام اور رہائش کا بندوبست دشوار ہوگیا ہے، زندہ بچ جانے والے بہت سے افراد ذہنی یا جسمانی طور پر معذور ہو چکے ہیں، اس قیامت خیز زلزلے اور طوفان سے تقریباً پچاس جزیروں کا نام ونشان مٹ گیا، کئی جزیرے سمندر میں فنا ہوگئے...... سونامی طوفان کے نتیجہ میں آنے والی تباہی نے بیشتر نعشوں کے چہرے تک مسخ کر دیے جن کو ان کے لواحقین نے کپڑوں یا جوتوں وغیرہ کی مدد سے پہچانا ...... مرنے والوں میں بے شمار تعداد ملاّحوں، سیاحوں، اور ہنی مون یا پکنک منانے والے جوڑوں اور عام رہائشی تاجر وملازم مرد عورت، جوان، بوڑھوں اور بچوں، بڑوں سبھی کی ہے، مرنے والے سیاحوں میں فرانس، ناروے، سویڈن، برطانیہ، جرمنی اور آسٹریلیا کے لوگ بھی شامل ہیں...... بھارت، انڈونیشیا، تھائی لینڈ، سری لنکا، بنگلہ دیش اور ملائیشیا کی ساحلی پٹی پر جشن منانے والوں کے سارے منصوبے اور پروگرام دھرے کے دھرے رہ گئے، اس حیرت انگیز حادثے کے نتیجے میں دنیا کے موسموں میں یکدم غیر معمولی تبدیلی دیکھنے میں آئی، عرب امارات میں پہلی مرتبہ برف باری اور سندھ میں سردی ہوگئی اور کئی خطرناک تبدیلیوں کے خدشات کا اظہار کیا جا رہا ہے...... کچھ سائنسدانوں نے اس زلزلے کو دو سو سالوں میں چوتھا بڑا زلزلہ قرار دیا اور اس کی طاقت کو لاکھوں ایٹم بموں کے برابر بتلایا اور اس زلزلے کو ''میگا تھریٹ'' قرار دیا، جبکہ اس وقت دنیا کی تمام طاقتوں کے پاس ایٹمی توانائی مجموعی طور پر دس ہزار سے پندرہ ہزار تک ہے، کہا جا رہا ہے کہ 26 ستمبر کے حادثہ سے زمین کا سینہ پھٹ گیا ہے اور چاک ہوگیا ہے اور ایک ہزار کلومیٹر کی

دراڑ پڑ گئی ہے جو کئی سو گز چوڑی ہے...... سونامی طوفان کی لہروں سے محسوس ہوتا تھا کہ سمندر سخت غیظ وغضب اور غصہ کے عالم میں دنیا کو نگل جانا چاہتا ہے، اس طوفان کے نتیجہ میں بحر ہند میں واقع امریکی فوجی اڈے ''ڈیگو گارشیا'' کے بھی صفحۂ ہستی سے مٹنے کے اطلاعات ہیں، امریکی وزارتِ خارجہ نے پانچ ہزار فوجیوں کے لاپتہ ہونے کی تصدیق کی ہے...... گویا کہ اس طوفان نے فرعونِ زمانہ ''امریکہ'' کو بھی آگاہ کر دیا ہے کہ وہ قدرت کی غیبی طاقت کے مقابلہ میں جنگل کا قانون نافذ کرنے اور ظلم وستم کی روایات دوہرانے سے باز رہے، کیونکہ غیبی طاقت کے سامنے اس کی طاقت کوئی بھی حیثیت نہیں رکھتی...... بھارت کو اب تک کی خبروں کے مطابق سونامی طوفان سے 53 ارب سے زائد نقصان کا سامنا ہے، بھارت کے بعض فوجی اڈے بھی صاف ہو گئے اور ایک ایٹمی پلانٹ بھی تباہ ہو گیا، نیز بعض ماہر سائنس دان بھی چل بسے...... انڈونیشیا کے مغربی علاقے ''ساٹرا'' میں طوفانی لہروں نے آٹھ ہزار کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے سفر طے کیا جو 34 فٹ سے بھی زیادہ بلند تھیں اور دیکھتے ہی دیکھتے 7000 کلومیٹر تک پھیل گئیں، سونامی جاپانی لفظ ہے جس کے معنی ہی لہروں کے پیچھے اونچی لہروں کے ہیں...... زلزلے کی شدت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ چھ گھنٹے میں طوفانی لہریں چار ہزار سے زائد کا فاصلہ طے کر کے کینیا اور صومالیہ کے ساحل سے ٹکرا گئیں اور تباہی پھیلا دی...... اُدھر ایک خبر کے مطابق سونامی متاثرین کے لئے امدادی سامان لے کر جانے والا امریکی ہیلی کاپٹر گر کر تباہ ہو گیا، جس کا مطلب یہ ہوا کہ قدرت کی پکڑ جب آتی ہے تو مددگار اور حامی بھی اس کی نظر ہو جاتے ہیں...... سائنسدانوں کی معلومات کے مطابق ہماری یہ زمین 46 ہزار کلومیٹر گہری ہے، زمین کی بیرونی سطح ایک سو کلومیٹر گہری جھلی پر مشتمل ہے جسے ''Lithosphere'' کہتے ہیں جب کہ اس سے مزید نیچے سات سو کلومیٹر گہری ایک اور جھلی ہوتی ہے، اس کو ''Sthenosphere'' کہتے ہیں دونوں جھلیوں میں بڑی بڑی پلیٹیں ہوتی ہیں ان پلیٹوں کی حرکت سست ہوتی ہے، مگر ان کی حرکت اوپر نیچے یا آگے پیچھے ہونے اور آپس میں ٹکرانے کی وجہ سے خشکی میں زلزلے آتے ہیں۔ اور سمندر میں زلزلے ایک پلیٹ کے دوسری پلیٹ سے دور ہو جانے کے باعث آتے ہیں...... ماہرین کے مطابق زمین کا مکمل حصہ، 27 فیصد خشکی اور 73 فیصد پانی پر محیط ہے، جس میں موجود زندہ آتش فشاں اور بارود سے زیادہ طاقتور گیسز حرکت کرتی رہتی ہیں ان میں اتار چڑھاؤ کا عمل زمین کے اوپر تباہی کا سبب بنتا ہے زمین کا اندرونی حصہ گرم پگھلے ہوئے مادے پر مشتمل ہے جسے لاوا کہا جاتا ہے

زمین کی سطح سے تقریباً ایک سومیل نیچے کا حصہ نسبتاً نرم ہے جو لاوے کے دباؤ اور تناؤ کے نتیجے میں دبتا اور لچکتا ہے اس سے اوپر کی سطح پر جھٹکے محسوس ہوتے ہیں، آتش فشاں کی صورت میں لاوا باہر ابل پڑتا ہے اور زلزلے کی صورت میں وہ لہریں زمین کے اندر ہی اندر دائرے کی شکل میں چاروں طرف پھیلتی اور اوپر کی طرف چڑھتی ہیں، زلزلہ کا مرکز جتنا گہرا ہوتا ہے اتنا ہی سخت شمار کیا جاتا ہے......اقوامِ متحدہ کے سیکرٹری جنرل کوفی عنان نے سونامی طوفان کی تباہیوں کے بارے میں ایک بیان میں کہا ہے کہ ’’یہ قدرتی آفات ہیں ان پر کوئی قابو نہیں پاسکتا جو کچھ ہوا قدرت کی مرضی سے ہوا، اب ہمیں آگے کی جانب دیکھنا اور سوچنا ہوگا‘‘......سائنسدانوں کی توجیہات اور فلاسفروں کے خیالی بیانات کچھ بھی ہوں مگر غور طلب بات یہ ہے کہ ان پلیٹوں کی حرکت کس کے حکم سے وجود میں آتی ہے، اور ان آفات سے کس طرح نبرد آزما ہوا جا سکتا ہے، یہ بات سائنسدانوں کی توجیہات اور عقلی فلسفوں سے حل نہیں ہوتی بلکہ اس ذات پاک کے بتانے سے ہی معلوم ہوسکتی ہے جس نے اس کرۂ زمین کو وجود بخشا، آیئے سائنس دانوں کی محدود توجیہات اور فلاسفروں کے بیانات کے بعد زمین کو وجود بخشنے اور پیدا کرنے والی ذات کا فیصلہ بھی ملاحظہ فرمائیے، ارشاد ہے: **ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ** (روم آیت ۴۱ پ ۲۱) یعنی خشکی اور تری میں لوگوں کے اعمال کے سبب بلائیں پھیل رہی ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ ان کے بعض اعمال کا مزہ ان کو چکھا دے (اور) تاکہ وہ باز آجاویں۔

ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں زلزلہ آیا، آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! اِس زلزلہ کی وجہ صرف یہ ہے کہ تم نے کوئی نیا گناہ کیا ہے میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر یہ پھر ہوا تو میں تمہارے ساتھ یہاں نہیں رہوں گا (ابن ابی الدنیا) اس سے معلوم ہوا کہ زلزلہ لوگوں کے گناہوں کی وجہ سے آتا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ اور ایک اور شخص حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس شخص نے عرض کیا اے اُمُّ المؤمنین! ہم سے زلزلہ کے متعلق کوئی بات کہیئے۔ آپ نے فرمایا جب لوگ زنا کو جائز کام کی طرح کرنے لگیں اور شرابیں پینے لگیں۔ اور ڈھولک وسارنگی بجانے لگیں اُس وقت حق تعالیٰ کو غیرت آتی ہے اور زمین کو حکم ہوتا ہے کہ ان کو ذرا ہلا ڈال! پھر اگر (ان لوگوں نے) توبہ کرلی اور باز آگئے تو خیر! ورنہ (اس سرکشی کا تقاضا یہ ہے کہ) ان پر عمارتیں گرائی جائیں۔ اس شخص نے عرض کیا کہ یہ بطورِ عذاب اور سزا کے ہوتا ہے۔ فرمایا نہیں بلکہ ایمان والوں کے لئے نصیحت

اور رحمت ہے اور کافروں کے لئے پکڑ عذاب اور غضب ہے (ابن ابی الدنیا) مطلب یہ ہے کہ زلزلہ مسلمانوں کو نصیحت اور تنبیہ کرنے اور نیک لوگوں کے گناہ مُعاف و درجات بلند کرنے اور کافروں پر عذاب اور وبال کے طور پر آتا ہے۔ پس اگر مسلمان اس سے عبرت نہ پکڑیں اور گناہوں کو نہ چھوڑیں اور توبہ نہ کریں اور اللہ کی پکڑ سے نہ ڈریں تو دنیا اور آخرت کے اعتبار سے بہت نقصان اور خسارے کی بات ہے۔

حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ (جو کہ اہل کتاب کے علماء میں سے بڑے عالم تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں ایمان سے مشرّف ہوئے) سے مروی ہے کہ زمین کو زلزلہ اُس وقت آتا ہے جب اس میں گناہ زیادہ ہونے لگتے ہیں زمین خوف سے تھرّا اُٹھتی ہے کہ حق تعالیٰ ان گناہوں کو دیکھ رہے ہیں (''الجواب الکافی'' لابن القیم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''اس اُمّت میں یقیناً زمین میں دھنس جانے اور آسمان سے پتھر برسنے اور صورتیں مسخ ہوجانے کا عذاب آئے گا، اور یہ اس وقت ہوگا جب لوگ کثرت سے شراب پییں گے، اور گانے والی عورتیں رکھیں گے اور گانے بجانے کا سامان استعمال کریں گے (ابن ابی الدنیا)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے (ایک لمبی حدیث میں) مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اُس وقت تک قیامت نہیں آئے گی جب تک دنیا سے علم نہ اُٹھ جائے، اور زلزلوں کی کثرت نہ ہوجائے (بخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ بن حوالہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (ایک لمبی حدیث میں) ارشاد فرمایا کہ جب اسلامی خلافت مُلکِ شام میں آجائے تو اُس وقت زلزلوں اور فِتَن اور واقعاتِ عظیمہ کا قُرب ہوگا اور قیامت اس وقت بہت قریب رہ جائے گی (ابوداؤد، حاکم، مشکوٰۃ باب اشراط الساعۃ) معلوم ہوا کہ قیامت کے قریب لوگوں کی بداعمالیوں کی بدولت جہاں اور فتنے ظاہر ہوں گے وہاں زلزلوں کی بھی کثرت ہوگی۔

پاکستان میں شدید زلزلوں کا خطرہ

پاکستان کی خوش قسمتی ہے کہ سمندری طوفان کی خطرناک موجوں کا رُخ ہلکی سی تنبیہ، وارننگ اور دستک کے ساتھ دوسری جانب ہوگیا...... اس تباہ کن زلزلے اور سمندری طوفان کے چار دن بعد جنوبی مشرقی ایشیا میں چوبیس گھنٹے کے اندر اندر زلزلے کے مزید پانچ جھٹکے ریکارڈ کیے گئے تھے، جن کی شدت ری ایکٹر پیمانے پر 5.6 یا اس سے زیادہ ریکارڈ کی گئی...... بحرِ ہند میں صرف بارہ روز کے اندر اندر کم شدت کے ڈھائی ہزار

جھٹکے محسوس کئے جا چکے تھے، سمندر کے اندر بے نام سا تلاطم ابھی تک انگڑائیاں لے رہا ہے، ڈر ہے کہ ناگہانی آفت کا کوئی نیا مرحلہ نہ پرورش پا رہا ہو...... سائنسدانوں کے تجزیہ کے مطابق زلزلے کے جھٹکے بتدریج شمال کی طرف بڑھ رہے ہیں جس کے باعث شدید تباہ کاریوں کا خدشہ ہے، پاکستان میں بھی حال ہی میں گزشتہ ہفتہ سہ پہر سوا تین بجے بشام، شانگلہ، اور کوہستان میں زلزلے کے شدید جھٹکے محسوس کیے گئے ، جس کے نتیجہ میں پہاڑی علاقوں میں کچے مکانات منہدم ہو گئے اور بشام کے بڑے بڑے ہوٹلوں اور عمارتوں میں دراڑیں پڑ گئیں ...... ماہرینِ ارضیات کے مطابق پاکستان کے مختلف علاقوں میں شدید زلزلوں کے آنے کے امکانات پائے جاتے ہیں، ہائیڈروکاربن ڈویلپمنٹ انسٹی ٹیوٹ آف پاکستان کے ایک سینئر ماہر ارضیات کی رپورٹ کے مطابق کوہِ سلیمان کوہاٹ، سطح مرتفع پوٹھوہار، سلیمان فولڈ بیلٹ اور بلوچستان کے مختلف علاقے زلزلوں کے زون میں واقع ہیں، جن کی وجہ سے متعلقہ علاقوں میں زلزلے آ سکتے ہیں، شمالی علاقہ جات اور ہندوکش سے ملحقہ علاقے بھی زلزلوں کے زون میں واقع ہیں اور ماضی قریب میں آنے والے کم اور درمیانے درجے کے اکثر زلزلوں کا مرکز یہی علاقے تھے، اور سوات، ضلع دیر ، چترال ، باجوڑ، مالاکنڈ، بونیر اور شانگلہ بار کے علاقے زلزلوں کے لحاظ سے ہائی رسک ایریاز ”High risk areas“ ہیں جبکہ اسلام آباد اور راولپنڈی پوٹینشل علاقے ہیں، مزید یہ کہ دنیا کے مختلف علاقوں میں آنے والے اکثر زلزلے ۳۰ سے لے کر ۷۰۰ کلومیٹر تک کے زمین کی گہرائی سے آتے ہیں، جبکہ پاکستان کے مختلف علاقوں میں آنے والے اکثر زلزلے ۳۰ سے لیکر ۳۵ کلومیٹر تک کی گہرائی سے وقوع پذیر ہوتے ہیں...... سونامی طوفان اور زلزلے کے موقعہ پر پاکستانی قوم بجائے توبہ واستغفار اور شکرانے کے نوافل ادا کرنے کے 2004ء کی رخصتی اور نئے انگریزی سال 2005ء کی آمد پر خوشیاں منانے اور غیر اخلاقی محفلوں کے سجانے میں مصروف تھی ، ہوائی فائرنگ اور آتش بازی کے بے دریغ استعمال کے ساتھ نئے سال کو مبارکباد کہا جا رہا تھا، لاہور میں ”آرٹ فیسٹیول“ کے نام سے ہلہ گلہ جاری تھا، جب کہ کئی غیر مسلم ملکوں نے نئے سال کی آمد پر بطور سوگ نئے سال کی تقریبات منعقد نہ کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔

2004ء کا اختتام زلزلوں اور سمندری طوفان کے ساتھ ہو چکا ہے، بے شمار خرافات کے بعد اب ہماری قوم ہندوؤں کے مذہبی تہوار بسنت کی محفلیں سجانے کی تیاریوں میں مصروف ہے، اللہ تعالیٰ سونامی جیسی ناگہانی آفت سے محفوظ رکھیں، اور ہماری قوم کو دی گئی وارننگ سے فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائیں۔

درسِ قرآن

مفتی محمد رضوان

سورہ بقرہ (قسط ۶)

تقوے کا ثمرہ اور نتیجہ

سورہ بقرہ کی ابتدائی چار آیات میں اُن متقیوں کی صفات بیان کی گئی ہیں جن کے لئے یہ کتاب (قرآن مجید) ہدایت ہے۔

اور پانچویں آیت میں متقیوں کو ان صفات کے نتیجہ میں حاصل ہونے والے انعام واکرام کا ذکر کیا گیا ہے چنانچہ فرمایا گیا:

اُولٰٓئِکَ عَلٰی هُدًی مِّنۡ رَّبِّهِمۡ وَاُولٰٓئِکَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ﴿۵﴾

''بس یہی لوگ صحیح راستہ پر ہیں، جو ان کو (ان کے) رب کی طرف سے ملا ہے، اور یہی لوگ مکمل کامیابی پانے والے ہیں''

اس آیت میں متقی لوگوں کو (جن کی صفات پہلے بیان کی جا چکی ہیں) اس بات کی سند دی گئی ہے کہ واقعی ہدایت اور حقیقی کامیابی انہی کو حاصل ہے۔

یہاں کئی باتیں قابلِ غور ہیں:

(۱)...... ہدایت جو بہت بڑی دولت ونعمت ہے، ان ہی متقیوں کو حاصل ہے۔

(۲)...... ان لوگوں کو صرف ہدایت حاصل ہی نہیں، بلکہ یہ لوگ ہدایت پر جمے ہوئے ہیں (کیونکہ عربی قاعدہ کے لحاظ سے لفظ ''علٰی'' استعلاء اور بلندگی کے لئے استعمال ہوتا ہے، جس سے اس طرف اشارہ ہو گیا کہ یہ لوگ ہدایت پر قائم ہو چکے ہیں اور اس پر حاوی وغالب آ گئے ہیں)

(۳)...... ان لوگوں کو جو ہدایت ملی ہے، وہ ان کے رب کی طرف سے اور اس کے فضل وکرم اور اس کی توفیق سے ملی ہے، اس میں بندوں کا کوئی کمال نہیں، لہٰذا ہدایت کی نعمت حاصل ہونے پر فخر کرنے اور اترانے کی ضرورت نہیں۔

(۴)...... حقیقی کامیابی پانے اور مراد کو پہنچنے والے بھی یہی لوگ ہیں، ''مفلحون'' ان لوگوں کو کہتے ہیں، جو اپنی مراد اور انجام کو خیر وعافیت اور خوبی وسلامتی کے ساتھ پہنچ جائیں اور اس میں کسی قسم کی رکاوٹ اور کمی

شامل نہ ہو۔

(۵)......لفظ " اُولٰٓئِکَ " دونوں جگہ لا کر اس طرف اشارہ ہو گیا کہ جس طرح ان متقین کو ہدایت کی نعمت میں خصوصیت و امتیاز حاصل ہے، اسی طرح ان کو فلاح اور کامیابی حاصل کرنے والوں میں خصوصیت و امتیاز حاصل ہے، اور ان خصوصیات کی وجہ سے یہ حضرات دوسرے لوگوں سے ایک خاص امتیازی شان رکھتے ہیں جو دوسرے لوگوں کو حاصل نہیں، کیونکہ لفظ " اُولٰٓئِکَ " خاص کرنے کے معنٰی دیتا ہے۔

(۶)......ایمان اور تقوے کا دنیا میں ثمرہ یہ ہے کہ ''ان کو ہدایت عطا کی گئی''

اور آخرت میں یہ ہے کہ ''ان کو حقیقی کامیابی دی گئی اور مراد و انجام کے اعتبار سے اپنی منزل تک بخیر وعافیت پہنچے''

کیا گناہ گار مسلمان ہمیشہ جہنم میں رہیں گے؟

بعض فرقوں کو اس آیت سے یہ شبہ لگ گیا ہے کہ کبیرہ گناہ بلکہ صغیرہ گناہ کرنے والے اگر توبہ اور گناہوں کی معافی کے بغیر فوت ہو جائیں تو وہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں جائیں گے، انہیں کبھی بھی جہنم سے نہیں نکالا جائے گا، گویا کہ آخرت میں جو سزا کافروں کے لئے ہے وہی سزا گناہ گاروں کے لئے بھی ہے، کیونکہ مذکورہ آیت میں فلاح اور کامیابی کو متقیوں کے ساتھ خاص کیا گیا ہے، اور کسی بھی وقت جہنم سے نکل کر جنت میں چلا جانا فلاح اور کامیابی ہے، لہٰذا جو شخص نماز نہ پڑھے گا، یا زکوٰۃ ادا نہیں کرے گا وہ متقیوں کی فہرست سے خارج ہوگا۔

مگر یہ نظریہ غلط فہمی پر مبنی ہے، کیونکہ مذکورہ آیت سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ مکمل کامیابی اور فلاح متقیوں کو ہی حاصل ہوگی، لہٰذا جو لوگ متقی نہیں ہونگے ان کو کامل اور مکمل کامیابی اور فلاح حاصل نہ ہوگی، لیکن نامکمل یا ناقص کامیابی حاصل ہو سکتی ہے (کیونکہ قرآن اور حدیث کے مختلف مواقع سے گناہ گار مسلمانوں کا سزا پا کر جنت میں داخل ہونا ثابت ہے) لہٰذا گناہ گار مسلمان اپنے گناہوں کی سزا پا کر کسی نہ کسی وقت جنت میں داخل ہو جائیں گے، اور مذکورہ صفات رکھنے والے متقی حضرات بغیر جہنم میں جائے براہِ راست جنت میں داخل کئے جائیں گے۔ (جاری ہے......)

درسِ حدیث مفتی محمد یونس

احادیث مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

عذابِ قبر کے اسباب (قسط۲)

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :اَتَدْرُوْنَ مَاالْغِیْبَةُ ؟ قَالُوْااللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ ذِكْرُكَ اَخَاكَ بِمَا یَكْرَهُ قِیْلَ اَفَرَاَیْتَ اِنْ كَانَ فِیْ اَخِیْ مَااَقُوْلُ؟قَالَ اِنْ كَانَ فِیْهِ مَا تَقُوْلُ فَقَدِ اغْتَبْتَهٗ وَاِنْ لَّمْ یَكُنْ فِیْهِ مَا تَقُوْلُ فَقَدْ بَهَتَّهٗ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (ایک مرتبہ صحابہ سے دریافت) فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ غیبت کسے کہتے ہیں؟ حضرات صحابہ نے عرض کیا: اللہ اوراس کا رسول ہی خوب جانتے ہیں (اس پر) آپ ﷺ نے فرمایا (غیبت یہ ہے کہ) تو اپنے بھائی کو اس طریقے سے یاد کرے جو اسے برا لگے (اس پر) کسی صاحب نے عرض کیا اگر وہ بات میرے بھائی میں موجود ہو جو میں بیان کر رہا ہوں (تو کیا یہ بھی غیبت ہے؟ اس پر) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تو نے (اپنے بھائی کے بارے میں) اس (عیب) کا ذکر کیا جو اس میں (واقعی موجود) ہے تب تو تُو نے اس کی غیبت کی اور اگر تُو نے (اس کے بارے میں) وہ (عیب) بیان کیا جو اس میں موجود ہی نہیں ہے تو تُو نے اس پر بہتان لگایا (اور یہ غیبت سے بھی زیادہ سخت اور سنگین گناہ ہے) (صحیح مسلم)

تشریح: معزز قارئین! جیسا کہ پہلے بتلایا جا چکا کہ گذشتہ حدیث میں عذاب قبر کے تین اسباب ارشاد فرمائے گئے تھے ان میں سے پہلا سبب غیبت ہے جس کی کچھ تشریح پہلے ذکر کی جا چکی ہے۔ غیبت کی برائی اور اس پر ہونے والے دنیوی واخروی وبال کا کچھ ذکر گزر چکا اس حدیث شریف سے غیبت کی حقیقت اور غیبت اور بہتان کا فرق واضح طور پر معلوم ہوا نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ بہتان غیبت سے بھی زیادہ سنگین قسم کا جرم ہے۔

غیبت کسے کہتے ہیں؟: اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ غیبت یہ ہے کہ کسی بھائی کی غیر موجودگی

Iqra Ghufran

میں اس کی ایسی بات یا عادت یا ایسے کام کا (دوسروں کے سامنے) ذکر کیا جائے جو واقعی اس میں موجود ہو اور جس کے معلوم ہونے سے اس کو ناگواری اور تکلیف ہو اور جس کی وجہ سے وہ شخص حقیر و ذلیل یا مجرم سمجھا جائے خواہ زبان سے ذکر کیا جائے یا اشارے سے بتایا جائے یا تحریراً اس کا اظہار کیا جائے اور خواہ بیان کرنے والا اس کے منہ پر بھی اس عیب کو بیان کر سکتا ہو یا نہ کر سکتا ہو یہ سب غیبت میں شامل ہے اور ناجائز ہیں۔ یاد رہے کہ اگر کسی کی موجودگی میں اس کا عیب بیان کیا جائے تو وہ اگرچہ غیبت تو نہیں ہے مگر جائز بھی نہیں اس لئے کہ وہ ''لمز'' میں داخل ہے جس کی ممانعت قرآن مجید کی ایک اور آیت میں بیان کی گئی ہے ارشاد ہے ''وَلَا تَلْمِزُوْا اَنْفُسَكُمْ'' الآیۃ یعنی عیب نہ لگاؤ ایک دوسرے پر مطلب یہ ہے کہ کسی کو اس کے جسم، بول چال، قد وغیرہ میں عیب ظاہر کر کے طعنہ نہ دو جیسے لمبے قد والے کو لمبو کہنا یا چھوٹے قد والے کو ٹھگنا کہنا یا سیدھے سادے آدمی کو بُدھو کہنا وغیرہ، دوسری بات یہ ملحوظ رہے کہ کسی کے واقعی عیب کو ذکر کرنا غیبت ہے لہٰذا کسی کی طرف غیر واقعی عیب کو منسوب کرنا غیبت نہیں بلکہ الزام تراشی ہے جیسے کسی سچے شخص کو جھوٹا بتلانا یا کسی پاکدامن کو بدکار بتانا وغیرہ اور یہ غیبت سے بھی بڑا گناہ ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے جس کسی نے کسی مسلمان پر کوئی تہمت لگادی اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ کے پل پر ٹھرائے رکھے گا یہاں تک کہ وہ اپنی کہی ہوئی بات سے نکل جائے (مشکوٰۃ ص ۴۲۴) صاف ستھرا ہو کر نکلنے کی دو صورتیں ہیں: پہلی یہ کہ جس کو تہمت لگائی ہے وہ معاف کردے دوسری یہ کہ اپنی نیکیاں اس کو دے کر اور اس کے گناہ اپنے سر لے کر دوزخ میں جلے۔ تیسری بات یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی دوسرے کی غیر موجودگی میں اس کے عیب کا ایسے انداز سے ذکر کرتا ہے جس کے معلوم ہونے سے اس کو ناگواری نہیں ہوتی تو وہ غیبت میں داخل نہیں اور اس شرط کے ساتھ جائز ہے کہ بات کرنے والا اس غائب شخص کا خیرخواہ و مخلص ہمدرد ہو اور دل سے اس کی اصلاح چاہتا ہو اور بطور حسرت و افسوس کے اس کی کمزوری کا تذکرہ کر رہا ہو (شامی ج ۶ ص ۴۰۸) جیسے والد اپنے بیٹے کی خامیوں کو حسرت بھرے انداز میں کسی کے سامنے ذکر کرے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ: غیبت صرف یہی نہیں ہے کہ زبان سے کسی کی برائی بیان کی جائے بلکہ اگر اشارۃً کسی کی برائی بیان کی یا کسی کی بُرائی خط، اخبار، کتاب وغیرہ میں لکھی تو وہ بھی غیبت میں شمار ہوگی چنانچہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے (ایک مرتبہ کسی موقع پر) رسول اکرم ﷺ سے عرض کر دیا کہ صفیہ بس اتنی سی ہے (یعنی اس کے حسن وغیرہ کی کوئی مزید خامی بتانے کی ضرورت

نہیں ہے چھوٹے قد والی ہونا ہی کافی ہے) یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے ایسا کلمہ کہا ہے کہ اگر اسے سمندر میں ملا دیا جائے تو سمندر کو بھی بگاڑ ڈالے (سنن ابی داؤد ص ۳۱۲ ج ۲ باب الغیبۃ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی کے قد و قامت، ہاتھ، پاؤں، ناک، کان وغیرہ کو عیب دار بتانا (اگرچہ حقیقت میں عیب دار ہو اور خواہ اشارے سے بتایا جائے) سخت گناہ ہے (اور ملا علی قاری وغیرہ شارحین نے اس کو غیبت میں شمار کیا ہے)

غیبت سننا بھی گناہ ہے: یاد رہے کہ غیبت کرنے کی طرح غیبت سننا بھی ناجائز اور گناہ ہے حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے گانے سے اور گانے کی طرف کان لگانے سے، غیبت سے اور غیبت کی طرف کان لگانے سے، چغلی سے اور چغلی کی طرف کان لگانے سے منع فرمایا ہے (کنز العمال ج ۱۵ حدیث نمبر ۴۰۶۶۲ بحوالہ طبرانی وخطیب)

اس حدیث شریف سے غیبت سننے کا ممنوع ہونا واضح ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کے پاس اس کے مسلمان بھائی کی غیبت کی گئی اور وہ اس کی مدد کرنے پر قدرت رکھتے ہوئے مدد کر دیتا ہے (یعنی اس کی حمایت کرتا ہے اور اس کی طرف سے دفاع کرتا ہے اور غیبت کرنے والے کو روک دیتا ہے) تو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کی مدد فرمائے گا اور اگر قدرت ہوتے ہوئے اس کی مدد نہ کی تو دنیا و آخرت میں گرفت ہوگی (مشکوٰۃ ص ۴۲۳ بحوالہ شرح السنۃ) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غیبت سن کر (قدرت ہوتے ہوئے) دفاع نہ کرنے سے دنیا و آخرت میں گرفت ہو سکتی ہے ۔اسی طرح حدیث شریف میں ہے کہ جس نے اپنے بھائی کے گوشت کی طرف سے دفاع کیا جو غیبت کے ذریعے کھایا جا رہا تھا تو اللہ جل شانہٗ کے ذمہ ہوگا کہ اس کو دوزخ سے آزاد فرمائے (مشکوٰۃ ص ۴۲۴ بحوالہ بیہقی فی شعب الایمان) اور ایک حدیث شریف میں ایسے موقع پر حمایت کرنے کا طریقہ بھی بتایا گیا ہے، ارشاد ہے: جب کسی شخص کی غیبت کی جائے اور تُو مجلس میں بیٹھا ہو تو اس شخص کا مددگار اس طرح سے بن کہ اس کی تعریف شروع کر دے تاکہ لوگ اس کی غیبت سے باز رہیں اور غیبت کرنے والے کو غیبت سے منع کر اور اس محفل سے چلا جا، کیونکہ اگر تُو چُپ بیٹھے گا تو تیرا شمار بھی غیبت کرنے والوں میں ہوگا (رواہ ابن ابی الدنیا ونقل عنہ السیوطی فی الدر المنثور) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی کی غیبت کو خاموشی سے بلا روک ٹوک سنتے رہنا (جبکہ منع کرنے کی قدرت ہو یہ) بھی غیبت کرنے کی طرح ہے۔

غیبت سے بچنے کا طریقہ: بولنے سے پہلے سوچا جائے کہ یہ بات جو میں کرنے لگا ہوں اس بات سے گناہ تو نہ ہوگا اگر گناہ کی بات ہو تو ہمت کر کے اس سے خاموش رہا جائے کیونکہ بولنے کی طرح خاموش رہنا بھی اختیار میں ہے اگر چہ شروع شروع میں یہ کچھ مشکل لگے گا اور بعض اوقات سوچنا بھول بھی جائے گا لیکن اہتمام کرنے سے انشاء اللہ رفتہ رفتہ عادت ہو جائے گی (از تربیت السالک بتغیر کثیر) کبھی کبھی یہ بھی سوچا جائے کہ غیبت کرنے سے میری نیکیاں دوسرے (جس کی غیبت کر رہا ہوں اس) کے حصے میں چلی جائیں گی تو یہ اپنا نقصان کر کے دوسرے کو فائدہ پہنچانا ہے جو عقلاً بھی چھوڑے جانے کے قابل ہے۔ نیز غیبت پر جن عذابوں کی وعید احادیث میں سنائی گئی ہے، مثلاً تانبے کے ناخنوں سے چہروں کا چھیلا جانا وغیرہ ان کا مراقبہ کیا جائے ،بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم غیبت کرنے سے تو بچ جاتے ہیں لیکن جب کوئی دوسرا کسی کی غیبت شروع کر دے تو مروّت اور لحاظ کی وجہ سے نہ اسے خاموش کر سکتے ہیں اور نہ ہی وہاں سے اٹھ سکتے ہیں۔ اس کا علاج یہ ہے کہ جس کے سامنے غیبت ہو رہی ہے وہ دین یا دنیا کی کوئی مفید بات بیچ میں شروع کر دے جس سے مجلس کا موضوعِ سخن تبدیل ہو جائے یا یوں کہہ دے کہ جس کے بارے میں بات ہو رہی ہے ہوسکتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہم سے بہتر ہو اور پیشاب تھوک وغیرہ کسی ایسی ضرورت سے اچانک اُٹھ کر چلے جانا بھی کچھ دشوار نہیں۔ (جاری ہے..........)

عیداور جمعہ کا ایک دن میں جمع ہونا

عید اگر جمعہ کے دن واقع ہو تو عید اور جمعہ کی دونوں نمازیں اپنے اپنے وقت پر پڑھنا ضروری ہے اور حضور ﷺ سے عید کے دن عید اور جمعہ کی دونوں نمازیں پڑھنا ثابت ہے (مسلم ج ۱ ص ۲۸۸، ابوداؤد ج ۱ ص ۱۶۰، نسائی ج ۱ ص ۱۷۸، ترمذی ج ۱ ص ۷۰، ابن ماجہ، مؤطا مالک، دارمی ص ۱۹۴، مسند احمد، سنن کبریٰ ج ۳ ص ۲۰۱) جو لوگ سمجھتے ہیں کہ عید جمعہ کے دن ہو تو جمعہ کی نماز معاف ہوتی ہے اور اس کے بجائے ظہر کی نماز پڑھی جاتی ہے یا وہ عید لوگوں یا موجودہ حکومت پر بھاری یا نحوست کا باعث ہوتی ہے، اس قسم کی باتیں من گھڑت ہیں، اور اس قسم کا عقیدہ ونظریہ قائم کرنا بھی گناہ ہے۔

مقالات و مضامین م۔ر۔ن

ماہِ ذیقعدہ و ذی الحجہ (دوسری و آخری قسط)

تکبیرِ تشریق: نویں ذی الحجہ کے فجر سے لے کر تیرہ ذی الحجہ کی عصر تک ہر فرض نماز کے بعد مرد و عورت سب پر تکبیر تشریق یعنی ''اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰـہَ اِلَّااللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ'' ایک مرتبہ پڑھنا واجب قرار دیا گیا ہے، واجب کا درجہ سب کو معلوم ہے کہ فرض کے قریب قریب ہوتا ہے۔

تکبیر تشریق کا ترجمہ یہ ہے:

''اللہ تعالیٰ سب سے بڑے ہیں، اللہ تعالیٰ سب سے بڑے ہیں، اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق و مستحق نہیں، اور اللہ تعالیٰ ہی سب سے بڑے ہیں، اللہ تعالیٰ ہی سب سے بڑے ہیں، اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے سب تعریفیں ہیں''

تکبیرِ تشریق میں بار بار اللہ تعالیٰ کی بڑائی کا اظہار و اقرار کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ کی توحید کا اعتراف اور تمام تعریفوں کو اسی ذات پاک کے ساتھ خاص کیا گیا ہے۔

جس کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بڑائی اور عظمت دلوں میں پیدا ہو، اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں دوسری چیزوں کی بڑائی اور عظمت دلوں سے نکلے، توحید پختہ ہو، کفر و شرک اور نفاق سے حفاظت ہو، اور تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کی طرف منسوب کی جائیں، اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کسی اور چیز کو قابلِ التفات نہ سمجھا جائے۔

گویا کہ یہ کلمات تکبیر، توحید اور تحمید کے مضامین پر مشتمل ہیں، اور جس طرح نماز کی عبادت تکبیر یعنی اللہ اکبر سے شروع ہوتی ہے اور پھر سورہ فاتحہ میں توحید کا اقرار کیا جاتا ہے اور تحمید یعنی سمع اللہ لمن حمدہ کے ساتھ رکوع سے اٹھ کر رکعت مکمل کی جاتی ہے، اسی طرح تکبیر تشریق میں پانچ دن تک اب تینوں چیزوں کا بار بار اظہار و اقرار کیا جاتا ہے۔

اور جس طرح دن رات میں پانچ نمازیں فرض ہیں، اسی طرح تکبیر تشریق بھی پانچ دن تک واجب کی گئی ہے۔ اب جو لوگ فرض نماز کے پابند نہیں وہ تو ظاہر ہے کہ تکبیرِ تشریق کے واجب عمل کو کیا ادا کریں گے، کیونکہ تکبیرِ تشریق کا تعلق فرض نمازوں کے ساتھ ہی ہے، یعنی یہ تکبیر فرض نمازوں کے بعد پڑھی جاتی ہے۔

Idara Ghufran

پھر تکبیرِ تشریق والے دنوں کا حج کے دنوں سے بھی گہرا تعلق ہے کہ حج کے اکثر اعمال وارکان انہی دنوں میں ادا کئے جاتے ہیں اور تکبیرِ تشریق کے پانچ دن قربانی کے دنوں کا بھی احاطہ کئے ہوئے ہیں، کیونکہ قربانی کے تین دن ہیں یعنی دس، گیارہ، اور بارہ ذی الحجہ۔ ایک دن پہلے اور ایک دن بعد میں قربانی کے تین دنوں کو گھیرے ہوئے ہیں، جس کی وجہ یہ ہے کہ نماز، حج، قربانی، جیسے اعمال خالص اللہ تعالیٰ کی بڑائی، توحید اور تعریف کو بیان کرنے کے لئے ہیں۔

چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ"

"یعنی اے محمد ﷺ آپ لوگوں کو بتلا اور فرما دیجئے کہ بے شک میری نماز اور میرا مرنا اور میرا جینا سب کچھ اللہ ربُّ العالمین ہے کے لئے ہے"

نماز جانی عبادت ہے اور قربانی مالی عبادت ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ ایک جانور کی قربانی کو اس چیز کا ذریعہ بنانا چاہئے کہ انسان جانور کے زندہ رہنے اور ذبح کئے جانے کو اپنے جینے اور اپنے مرنے سے تعبیر کر کے اپنی جان کی اللہ کے لئے قربانی کا جذبہ پیدا کرے، اور دنیا ومافیہا کی بے جا محبت کو اپنے دل ودماغ سے نکال دے۔

تکبیرِ تشریق کے چند احکام: ٭ ان تاریخوں میں یہ تکبیر ہر فرض نماز کے بعد مرد، عورت، مقیم ومسافر تنہا اور جماعت سے نماز پڑھنے والے ہر ایک پر واجب ہے اور مسبوق ولاحق مقتدی پر بھی بقیہ نماز سے فراغت پر یہ تکبیر کہنا واجب ہے (وھو الاحوط والمفتی بہ۔ بحر) ٭ یہ تکبیر صرف فرض نماز (اور جمعہ کی نماز) کے بعد پڑھنے کا حکم ہے سنت اور نفل کے بعد نہیں ٭ یہ تکبیر مرد درمیانی بلند آواز سے اور عورت آہستہ پڑھے۔ بہت سی خواتین اور مرد حضرات یہ تکبیر نہیں پڑھتے، اسی طرح بعض مرد حضرات آہستہ پڑھتے ہیں یہ دونوں باتیں قابلِ اصلاح ہیں ٭ فرض نماز کے سلام پھیرتے ہی فوراً بعد یہ تکبیر پڑھنی چاہئے ٭ یہ تکبیر ہر فرض نماز کے بعد صرف ایک مرتبہ کہنے کا حکم ہے اور صحیح قول کے مطابق ایک سے زیادہ مرتبہ کہنا سنت کے خلاف ہے۔

عید کی رات مبارک رات ہے: ایک روایت میں عید کی رات کی فضیلت کو بیان کرتے ہوئے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

''جس شخص نے دونوں عیدوں (عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ) کی راتوں کو ثواب کا یقین رکھتے ہوئے زندہ رکھا (عبادت میں مشغول اور گناہ سے بچا رہا) تو اس کا دل اس (قیامت کے ہولناک اور دہشت ناک) دن نہ مرے گا جس دن لوگوں کے دل (خوف و ہراس اور دہشت وگھبراہٹ کی وجہ سے) مردہ ہوجائیں گے (ابن ماجہ)

لہٰذا بقرعید کی رات (یعنی نو ذی الحجہ کا دن گزرنے پر سورج غروب ہونے سے لے کر صبح تک کا وقت) بہت بابرکت ہے، اس میں جتنی ہوسکے نفلی عبادت کرنی چاہئے، خواہ نفل پڑھ کر، یا تلاوت وذکر کر کے، اور گناہوں سے خاص طور پر اپنے آپ کو بچانا چاہئے، بعض لوگ بقرعید کی رات بازاروں اور منڈیوں میں گھوم پھر کر گزار دیتے ہیں، اور صبح فجر کی نماز کے وقت پڑے سوتے رہتے ہیں، یہ بہت خطرناک حرکت ہے۔

بقرعید کے دن کون سے کام کرنے چاہئیں: صبح کو بہت سویرے اٹھنا ✵ شریعت کے موافق آرائش کرنا ✵ فاضل بال اور ناخن وغیرہ صاف کرنا (جو قربانی کا ارادہ رکھتا ہو اس کے متعلق حکم پہلے گذر چکا) ✵ غسل کرنا ✵ مسواک کرنا ✵ پاک وصاف عمدہ کپڑے جو میسر ہوں پہننا (مگر تکبر اور فخر کی نیت نہ ہو اور حد سے نہ بڑھا جائے نہ ہی اس کے لئے قرض لیا جائے بلکہ میانہ روی ہو) ✵ خوشبو لگانا ✵ عید کی نماز کے لئے جلدی پہنچنا ✵ کوئی عذر نہ ہو تو عید گاہ میں نماز ادا کرنا (امام کا عقیدہ اور عمل صحیح نہ ہونا بھی بعض حالات میں عذر ہے) ✵ عید کی نماز سے پہلے کچھ نہ کھانا اور قربانی کے گوشت سے کھانے کی ابتداء کرنا (یہ حکم صرف قربانی کرنے والے کے لئے ہے اور دسویں تاریخ کے ساتھ خاص ہے لیکن بعض لوگ جو یہ سمجھتے ہیں کہ عید کی رات میں روزہ ہوتا ہے اور وہ قربانی کے گوشت سے افطار کیا جاتا ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں) ✵ جس راستہ سے جائیں اس کے علاوہ سے واپس آنا ✵ کوئی عذر نہ ہو تو پیدل جانا ✵ عید کی نماز کو جاتے ہوئے راستے میں تکبیر تشریق اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ درمیانی بلند آواز سے کہنا **مسئلہ:** فجر کے بعد عید کی نماز سے پہلے گھر یا کسی بھی جگہ کوئی نفل پڑھنا مرد وعورت دونوں کے لئے مکروہ ہے (بخاری ج ۱ ص ۱۳۵، مسلم ج ۱ ص ۲۹۱) اور عید کی نماز کے بعد جہاں عید کی نماز ادا کی ہے وہاں نفل پڑھنا مکروہ ہے کسی دوسری جگہ یا گھر میں مرد وعورت دونوں کے

لئے مکروہ نہیں (ابن ماجہ) البتہ قضاء نماز عید سے پہلے بھی گھر میں پڑھی جاسکتی ہے۔

قربانی کی فضیلت واہمیت: ماہِ ذی الحجہ کی دسویں گیارہویں اور بارہویں تاریخوں کو قربانی کے دن قرار دیا گیا ہے، سال میں یہ تین دن ایسے ہیں کہ جن میں قربانی کرنے سے زیادہ کوئی عمل اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں محبوب اور پسندیدہ نہیں ہے، قربانی دراصل ایسے عمل کا نام ہے جس کے نام ہی سے واضح ہوتا ہے کہ اس کی ایک حکمت قربانی کے جذبات بنانا اور گویا کہ اپنے مال کو، اپنی جان کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرنے کا جذبہ پیدا کرنا ہے۔ احادیث میں قربانی کے دنوں میں قربانی کرنے کے عظیم فضائل آئے ہیں، ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

بقرعید کی دس تاریخ کو کوئی نیک عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک قربانی کا خون بہانے سے بڑھ کر محبوب اور پسندیدہ نہیں اور قیامت کے دن قربانی کرنے والا اپنے جانور کے بالوں، سینگوں اور کھروں کو لے کر آئے گا (اور یہ چیزیں عظیم ثواب ملنے کا ذریعہ بنیں گی) اور فرمایا کہ قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے نزدیک قبولیت حاصل کر لیتا ہے لہٰذا تم خوش دلی کے ساتھ قربانی کیا کرو (ترمذی، ابن ماجہ، حاکم)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ:

ایک مرتبہ حضرات صحابہ نے سوال کیا یا رسول اللہ! ہم کو ان قربانیوں میں کیا ملتا ہے؟ فرمایا ہر بال کے بدلہ ایک نیکی! عرض کیا اون والے جانور یعنی بھیڑ دنبہ کے ذبح پر کیا ملتا ہے؟ فرمایا اون میں سے ہر بال کے بدلہ ایک نیکی ملتی ہے (ترمذی، ابن ماجہ، حاکم)

قربانی جان کا بدلہ: جانور کی قربانی دراصل جان کی قربانی کا بدل ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کے واقعہ میں ارشاد فرماتے ہیں:

وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ (اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس (جانور) کے عوض میں دیا)

لوگ اپنی جان کی خاطر کیا نہیں کرتے، ذرا سا کوئی حادثہ ہو جاتا ہے تو بکرے وغیرہ کا صدقہ دیتے ہیں، حالانکہ عام صدقہ کے موقعہ پر خاص بکرے کا صدقہ ضروری نہیں، لیکن قربانی میں خاص جانور کا ذبح کرنا ضروری ہے، اور اس کو جان کا بدلہ قرار دیا گیا ہے، اس سے بے شمار لوگ غفلت اختیار کرتے ہیں، جبکہ جان کا صدقہ کرنے کی تو ہر ایک کو ضرورت ہے، اس کو تقاضا تو یہ تھا کہ قربانی ہر مسلمان پر لازم ہوتی، خواہ غریب ہو یا امیر، لیکن اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے ہر مسلمان پر قربانی کرنا لازم نہیں کیا بلکہ

اس کے لئے خاص شرائط مقرر کی ہیں۔لہٰذا ہر صاحبِ نصاب شخص کو قربانی کرنے میں سبقت کرنی چاہئے اوراس میں غفلت نہیں اختیار کرنی چاہئے۔

قربانی کا مالی نصاب: قربانی واجب ہونے کے لئے ان پانچ قسم کی چیزوں کا اعتبار کیا جاتا ہے (۱) سونا (۲) چاندی (۳) روپیہ پیسہ (۴) تجارت کا مال (۵) ضرورت سے زیادہ سامان جس کی تفصیل یہ ہے: (۱) جس کی ملکیت میں کم ازکم ساڑھے سات تولہ یا اس سے زیادہ صرف سونا ہو (۲) جس کی ملکیت میں کم ازکم ساڑھے باون تولہ یا اس سے زیادہ صرف چاندی ہو (۳) جس کی ملکیت میں کم ازکم ساڑھے باون تولہ یا اس سے زیادہ چاندی کی مالیت کے برابر صرف روپیہ پیسہ ہو (۴) جس کی ملکیت میں کم ازکم ساڑھے باون تولہ یا اس سے زیادہ چاندی کی مالیت کے برابر صرف تجارت کا مال ہو (۵) جس کی ملکیت میں کم ازکم ساڑھے باون تولہ یا اس سے زیادہ چاندی کی مالیت کے برابر صرف ضرورت سے زیادہ کسی بھی قسم کی کوئی چیز ہو (٦) جس کی ملکیت میں اوپر ذکر کی ہوئی تھوڑی تھوڑی پانچوں چیزیں یا ان پانچ میں سے دو یا زیادہ چیزیں اتنی مالیت کی ہوں کہ ان سب کو جمع کیا جائے تو ساڑھے باون تولہ یا اس سے زیادہ چاندی کی مالیت کو پہنچ جائے۔ان میں سے ہر ایک پر قربانی واجب ہے۔خلاصہ یہ کہ جس شخص کی ملکیت میں ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی یا نقدی یا تجارت کا سامان یا ضرورت سے زیادہ سامان میں سے کوئی ایک چیز یا ان پانچوں یا ان میں سے بعض چیزوں کا مجموعہ ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ہو تو قربانی واجب ہے اور ایسے شخص کے لئے زکوٰۃ یا کوئی واجب صدقہ لینا بھی جائز نہیں ✹ ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت صرافوں سے معلوم کی جاسکتی ہے، چونکہ سونے چاندی کی قیمت بدلتی رہتی ہے، اس لئے کسی ایک دن کی قیمت لکھ دینے سے غلط فہمی ہوگی ✹ ٹی وی، وی۔ سی۔ آر، ڈش، ناجائز مضامین کی آڈیو ویڈیو کیسٹیں جیسی چیزیں ضروریات میں داخل نہیں بلکہ لغویات ہیں، اور وہ تمام چیزیں جو گھروں میں رکھی رہتی ہیں اور سال بھر میں ایک مرتبہ بھی استعمال نہیں ہوتیں، ضرورت سے زیادہ ہیں اس لئے ان سب کی قیمت بھی حساب میں لگائی جائے گی ✹ رہائشی مکان، استعمالی کپڑے، سواری، صنعتی آلات، مشینیں اور دوسرے وسائلِ رزق جن کے ذریعے کوئی شخص اپنی روزی کماتا ہے ضرورت میں داخل ہیں۔

(قربانی سے متعلق تفصیلی مسائل کے لئے ادارہ غفران کا مطبوعہ رسالہ ''ذی الحجہ اور قربانی کے فضائل واحکام'' ملاحظہ فرمائیں)

بسلسلہ : تاریخی معلومات

مولوی سعید افضل ر مولوی طارق محمود

ماہِ ذی الحجہ: پہلی صدی ہجری کی اجمالی تاریخ کے آئینے میں

نبوت سے پانچ سال پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعمیر کے بعد اہلِ قریش نے خانہ کعبہ کی تعمیر کی، سرمایہ کی کمی کی وجہ سے خانہ کعبہ کی سابقہ تعمیر کی چاردیواری میں سے کچھ حصہ چھوڑ کر بنیاد اٹھائی گئی، اور حطیم جو اصل میں خانہ کعبہ کا حصہ تھا، اس تعمیر میں نہ آسکا (تاریخ المکۃ المکرّمہ ص ۵۹، البدایہ والنہایہ ج ۲ فصل فی تجدید قریش بناء الکعبۃ قبل المبعث خمس سنین)

□......**ماہِ ذی الحجہ ۲ھ:** میں آنحضرت نے عیدگاہ میں بقرعید کی نماز ادا فرمائی، یہ مسلمانوں کی سب سے پہلی بقرعید تھی، اسی سال قربانی کا حکم ہوا، اور اسی سال آنحضرت ﷺ نے عید کی نماز سے فارغ ہوکر چاشت کے وقت دو مینڈھوں کی قربانی کی یہ دونوں مینڈھے سینگوں والے، سیاہ رنگ کے اور خصی تھے، دونوں کو آنحضرت ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے ذبح کیا، ایک اپنی جانب سے اور ایک پوری امت کی طرف سے، اس کے بعد آنحضرت ﷺ ہر سال قربانی کیا کرتے تھے (عہد نبوت کے ماہ وسال ص ۵۹)

□......**ماہِ ذی الحجہ ۲ھ:** میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی ہوئی (تقویم تاریخی ص ۱) آپ کا نکاح اسی سال رجب میں ہوگیا تھا، رخصتی نہایت سادگی کے ساتھ ہوئی، جہیز میں ایک چارپائی، ایک چادر، چمڑے کا ایک تکیہ (جو کھجور کی چھال یا خوشبودار گھاس ''اذخر'' سے بھرا ہوا تھا) ایک مشکیزہ اور ایک آٹا پیسنے کی چکی شامل تھی، رخصتی کے بعد حضور ﷺ حضرت علی رضی اللہ کے مکان پر تشریف لائے اور آپ دونوں کو نصیحتیں فرمائیں، اور ان کلمات کے ساتھ دعا دی ''اَللّٰھُمَّ بَارِکْ فِیْھِمَا وَبَارِکْ عَلَیْھِمَا وَبَارِکْ لَھُمَا وَنَسْلِھِمَا'' (عہد نبوت کے ماہ وسال ص ۱۶۶، البدایہ والنہایہ ج ۳ فصل فی دخول علی ابن ابی طالب علی زوجتہ فاطمہ وفصل فی جمل من الحوادث سنۃ ثنتین من الہجرۃ)

□......**ماہِ ذی الحجہ ۵ھ:** میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی (تقویم تاریخی ص ۲) حضور ﷺ نے فرمایا ''سعد بن معاذ کی وفات ہوئی تو عرش الٰہی کانپ اٹھا'' اور ایک روایت میں ہے کہ ''ان کے جنازے میں ایسے ستر ہزار فرشتوں نے شرکت کی جن کے قدم اس سے پہلے کبھی زمین پر نہیں لگے تھے'' ان کی موت کا ظاہری سبب یہ ہوا تھا کہ انہیں غزوہ خندق میں ایک کافر کا تیر لگا، جو ان کی رگِ جاں میں پیوست ہوگیا تھا (عہد نبوت کے ماہ وسال ص ۲۰۸، البدایہ والنہایہ ج ۴ وفات سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ)

□......**ماہِ ذی الحجہ ۶ھ**: میں لبید بن اعصم نامی یہودی نے آنحضرت ﷺ پر سحر (جادو) کیا۔ اس نے یہ گھناؤنی حرکت یہودیوں کے ابھارنے پر کی تھی۔ چنانچہ یہودیوں نے اس مقصد کے لئے اسے تین سو دینار کی کثیر رقم دی تھی۔ اسی واقعے پر قرآن مجید کی دو مکمل سورتیں "معوذتین" (سورہ فلق اور سورہ ناس) نازل ہوئی تھیں، یہ جادو ایک دھاگے میں کیا گیا تھا جس میں گیارہ گرہیں لگائی گئی تھیں، ان سورتوں کی ایک ایک آیت کے ساتھ ایک ایک گرہ جادو کی کھلتی جاتی تھی، چنانچہ دونوں سورتوں کی گیارہ آیتوں کے پڑھنے سے تمام گرہیں کھل گئیں (عہد نبوت کے ماہ و سال ص ۲۲۳)

□......**ماہِ ذی الحجہ ۶ھ**: میں صحابیہ حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا، آپ حضور ﷺ کی زندگی ہی میں فوت ہوگئی تھیں، حضور ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا "کہ اگر کوئی حور عین کو دیکھنا چاہے تو وہ ام رومان کو دیکھ لے (الاصابۃ ج ۸، کتاب النساء، حرف الراء، من ذکر لہا صحبۃ)

□......**ماہِ ذی الحجہ ۶ھ**: میں اور بقول بعض ۴ھ میں آنحضرت ﷺ نے شاہانِ عالم کی جانب دعوتی خطوط تحریر فرمانے کے لئے اپنے نام نامی کی انگوٹھی بنوائی، جس سے آپ بادشاہوں کی طرف ارسال کئے جانے والے دعوتی خطوط پر مہر لگایا کرتے تھے، اس انگوٹھی میں "محمد رسول اللہ" تین سطروں میں کندہ تھا، اوپر والی سطر میں "اللہ" درمیانی سطر میں "رسول" اور نیچے والی سطر میں "محمد" لکھا ہوا کندہ تھا (عہد نبوت کے ماہ و سال ص ۲۱۷، البدایہ والنہایہ ج ۶ ذکر الخاتم الذی کان یلبسہ علیہ السلام)

□......**ماہِ ذی الحجہ ۶ھ**: میں غزوۂ ذی قرد ہوا جسے غزوۃ الغابہ بھی کہتے ہیں۔ ذو قرد غطفان سے متصل خیبر کے راستہ میں مدینہ سے کچھ فاصلہ پر ایک کنواں تھا۔ آنحضرت ﷺ کو اطلاع ہوئی کہ عیینہ بن حصن نامی شخص نے چالیس سواروں کے ساتھ آنحضرت ﷺ کے مویشیوں پر ڈاکہ ڈالا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں اپنا جانشین مقرر فرمایا اور تین سو افراد کو مدینہ کے پہرے پر مقرر کیا اور خود پانچ سو اور بقول بعض سات سو غازیوں کو لے کر ان ڈاکوؤں کے تعاقب میں نکلے، حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ تن تنہا پیدل سفر کر کے ان ڈاکوؤں کے تعاقب کے لئے تمام مسلمانوں سے آگے نکل گئے مشرکوں پر تیراندازی کرتے ہوئے انہوں نے تمام اونٹ واپس حاصل کئے اور دشمنوں سے بہت سا مال غنیمت لیا، اور اپنے تیروں سے کئی کافروں کو مار کر جہنم رسید بھی کیا، یہ تنِ تنہا اونٹوں کو واپس لا رہے تھے کہ اتنے میں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پہنچ گئے۔ آنحضرت ﷺ وہیں سے مدینہ واپس تشریف

لے آئے۔ بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ غزوہ ذی قرد دو مرتبہ ہوا اس لئے اس کے مہینوں میں اختلاف ملتا ہے (عہد نبوت کے ماہ وسال ص ۹۷، البدایہ والنہایہ ج ۴ غزوۃ ذی قرد، سیرت ابن ہشام غزوہ ذی قرد)

□......**ماہِ ذی الحجہ ۷ھ**: میں حضرت اخرم بن ابی عوجاء سلمی رضی اللہ عنہ کی امارت میں ۱۵۰ افراد کا لشکر بنو سُلَیم نامی قبیلے کی طرف بھیجا گیا، کفار سے ایسی شدید جنگ ہوئی کہ حضرت اخرم رضی اللہ عنہ کے علاوہ ان کے تمام ساتھی شہید ہوگئے اور حضرت اخرم یکم صفر ۵ھ کو مدینہ واپس آئے (عہد نبوت کے ماہ وسال ص ۱۰۲)

□......**ماہِ ذی الحجہ ۷ھ**: میں آنحضرت ﷺ نے ''عمرۃ القضاء'' ادا فرمایا، اس عمرہ کو ''عمرۃ القصاص'' اور ''عمرۃ الصلح'' اور ''عمرۃ القضیہ'' بھی کہا جاتا ہے۔ آپ ﷺ یکم ذی القعدہ کو اس عمرہ کے لئے روانہ ہوئے، اس موقعہ پر مدینہ طیبہ میں ایک صحابی کو آنحضرت ﷺ نے اپنا جانشین مقرر فرمایا۔ آپ ﷺ نے ''ذوالحلیفہ'' نامی میقات سے عمرہ کا احرام باندھا (ذوالحلیفہ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کی طرف راستے میں واقع ہے) اس سفر میں عورتوں اور بچوں کے علاوہ بارہ سو افراد آپ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ ذی الحجہ کے مہینے میں طواف وسعی کر کے عمرہ سے فراغت اور مکہ میں تین روز قیام کے بعد مدینہ منورہ واپس تشریف لائے (عہد نبوت کے ماہ وسال ص ۲۳۲)

□......**ماہِ ذی الحجہ ۸ھ**: میں آنحضرت ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی آپ ﷺ کی باندی حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے ولادت ہوئی، آپ چھوٹی ہی عمر میں فوت ہوگئے تھے (عہد نبوت کے ماہ وسال ص ۲۴۸، الاصابہ ج ۱ حرف الالف، باب الہمزۃ بعدہا الباء، البدایہ والنہایہ ج ۵ فصل فی اولادہ علیہ السلام)

□......**ماہِ ذی الحجہ ۸ھ**: میں ذی الحجہ کی ۹ تاریخ کو میدانِ عرفات میں درجِ ذیل آیتِ مبارکہ ''جس میں دین کی تکمیل کا اعلان ہے'' حج کے مبارک موقع پر نازل ہوئی:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (سورہ مائدہ) (عہد نبوت کے ماہ وسال ص ۳۱۷)

□......**ماہِ ذی الحجہ ۹ھ**: میں حج فرض ہوا، آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قیادت میں تین سو صحابۂ کرام کو حج کے احکام دے کر بھیجا (تقویم تاریخی ص ۳) ان کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سورہ توبہ کے اعلان کرنے کا حکم دے کر بھیجا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حج کرایا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سورہ توبہ کی ابتدائی ۴۰ آیات کو ان کے احکامات سمیت پڑھ کر سنایا، کہ اس سال کے بعد آئندہ کوئی مشرک بیت اللہ میں داخل نہ ہوگا، اور کوئی برہنہ

طواف نہیں کرے گا (رحمۃ للعالمین ج ا ص ۲۵، البدایہ والنہایہ ج ۵ ذکر بعث رسول اللہ ابا بکر الصدیق امیر اعلی الحج سنۃ تسع ونزول سورۃ برأۃ)

□...... **ماہِ ذی الحجہ ۱۰ھ**: میں ذی الحجہ میں آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک بہت بڑی جماعت کے ساتھ حج ادا فرمایا (تقویم تاریخی ص ۳) جو ''حجۃ الوداع'' کے نام سے مشہور ہے، اور اس حج کے موقع پر بے شمار اہم واقعات اور شرعی احکام پیش آئے۔ ۹ ذی الحجہ کو آپ ﷺ نے ''قصویٰ'' نامی اونٹنی پر بیٹھ کر تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا، جس میں امت کو آئندہ زندگی کے بارے میں ہدایات فرمائی، آپ ﷺ نے فرمایا ''لوگو! میں خیال کرتا ہوں کہ میں اور تم پھر کبھی اس مجلس میں شریک نہ ہونگے، لوگو! تمہارے خون اور تمہاری عزتیں ایک دوسرے پر اس طرح حرام ہیں جس طرح تم آج کے دن کی اور اس شہر کی حرمت کرتے ہو، لوگو! تمہیں عنقریب خدا کے سامنے حاضر ہونا ہے اور وہ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں سوال کرے گا، خبردار! میرے بعد گمراہ نہ ہوجانا، ایک دوسرے سے جھگڑنا نہیں، لوگو! جاہلیت کی ہر بات کو میں اپنے پاؤں کے نیچے پامال کرتا ہوں (عہد نبوت کے ماہ وسال ۳۱۴، البدایہ والنہایہ ج ۵ فصل خطبۃ رسول اللہ ﷺ یوم النحر)

□...... **ماہِ ذی الحجہ ۱۲ھ**: میں حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا (تقویم تاریخی ص ۳) آپ حضور ﷺ کے داماد اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر تھے، ان کا نکاح بعثتِ نبوی سے پہلے ہی ہوگیا تھا، حضرت زینب رضی اللہ عنہا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہی ایمان لے آئیں تھیں، لیکن ابو العاص رضی اللہ عنہ نے ابھی اسلام قبول نہیں کیا تھا، جب حضور ﷺ شعبِ ابی طالب میں محصور تھے تو ابو العاص رضی اللہ عنہ جان پر کھیل کر آپ ﷺ تک کھانے پینے کا سامان پہنچاتے تھے ۷ھ میں اسلام قبول کیا، آپ کی وفات ایک روایت کے مطابق ۱۳ھ میں اور ایک روایت کے مطابق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں مسیلمہ کذاب سے جنگ کے دوران شہادت کی صورت میں ہوئی (صحابہ انسائیکلو پیڈیا ص ۶۳۶)

□...... **ماہِ ذی الحجہ ۲۳ھ**: میں خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر قاتلانہ حملہ ہوا (تقویم تاریخی ص ۶) ایک ایرانی مجوسی غلام ''ابولؤلؤ'' نے اپنے آقا کی شکایت کی، لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ بے جا شکایت ہے،، غلام اس جواب سے ناراض ہوا اور یہ کہہ کر چلا گیا کہ اچھا سمجھوں گا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''مجھے ایک غلام نے ڈانٹ دیا'' دوسرے دن فجر کی نماز میں اس نے آپ کو زہر آلود خنجر سے زخمی کر دیا، اور خود خودکشی کر لی، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس زخم کی وجہ سے تین دن

بعد فوت ہوگئے، وصیت کے مطابق حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی (تاریخ ملت ج۱ص ۲۸۹)

□......**ماہِ ذی الحجہ ۳۵ھ**: میں خلیفہ ثالث حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی (تقویم تاریخی ص۹) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ رسول کریم ﷺ کے رفیقِ خاص اور کاتبِ وحی تھے، آپ حضور ﷺ کے ان دس حواریوں میں سے تھے جنھیں آپ ﷺ نے جنت کی بشارت دی، آپ ان چھ بزرگوں میں سے تھے جنہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ''اہل شوریٰ'' تجویز کیا اور خبر دی کہ رسول کریم ﷺ ان سے بہت خوش ہوکر دنیا سے رخصت ہوئے ہیں۔ حضور نے بعض موقعوں پر آپ کو مدینہ میں اپنا قائم مقام بھی تجویز کیا۔ آپ کی وفات کے بعد آپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بھی مشیر خاص رہے اور خلافت کی خدمات میں دستِ راست اور معاون خصوصی بنے رہے (تاریخ ملت ج۱ص ۳۰۰) انہوں نے ایک یہودی سے ایک کنواں بیس ہزار درہم میں خرید کر تمام مسلمانوں کے لئے ایسے حالات میں وقف کر دیا تھا جب کہ اس وقت مسلمانوں کو پانی کی شدید ضرورت تھی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت عالم اسلام کی ایک اندوہناک اور تاریخی شہادت ہے، جس میں بے شمار سبق آموز نصیحتیں موجود ہیں (سیر الصحابہ ج۱ص ۱۷۸، الاصابہ ج۴ حرف العین المھملہ، العین بعد ہا الثاء، البدایہ ج۷، فصل مدۃ حصارہ اربعون یوما)

□......**ماہِ ذی الحجہ ۴۴ھ**: میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی (تقویم تاریخی ص۱۱) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اپنے خاندان کے ایک ذی اثر رئیس تھے، اس لئے ان کی دعوتِ حق نے بہت جلد قبولیت حاصل کرلی اور وہ اپنے ساتھ اپنے تقریباً پچاس ساتھیوں کو لے کر بارگاہِ نبوت کی طرف چل پڑے لیکن طوفان اور مخالف سمت کی ہوا نے اس کشتی کو حجاز کے بجائے حبشہ نامی مقام کی طرف پہونچا دیا، حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ اور مشرکین مکہ کے ہاتھوں ستائے ہوئے دوسرے مسلمان جو حبشہ ہجرت کر کے آئے تھے اور اب تک موجود تھے، یہ حضرات جب مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے تو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بھی اس قافلہ کے ساتھ مدینے جانے کے لئے شریک ہوگئے، اور عین اس وقت مدینہ منورہ تشریف لائے جب کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم یہودیوں کا مضبوط قلعہ خیبر فتح کر کے آرہے تھے، چنانچہ حضور ﷺ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو بھی خیبر کے مالِ غنیمت میں سے حصہ مرحمت فرمایا، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فتح مکہ اور غزوہ حنین

میں بھی شریک تھے (سیر الصحابہ ج۲ ص۳۱۵)

□......**ماہِ ذی الحجہ ۴۵ھ**: میں حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا (تقویم تاریخی ص۱۲) آپ قبیلۂ عجلان کے سردار تھے، غزوۂ احد، غزوۂ خندق اور دوسرے غزوات میں شریک رہے، آپ کا انتقال حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں ہوا، انتقال کے وقت آپ کی عمر ایک سو پندرہ سے ایک سو بیس سال کے درمیان تھی (سیر الصحابہ ج۵ ص۲۲۶)

□......**ماہِ ذی الحجہ ۶۳ھ**: میں صحابیٔ رسول حضرت معقل بن سنان رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی، کوفہ میں قیام پذیر تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں مدینہ منورہ تشریف لائے، آپ شکل وصورت سے نہایت حسین وجمیل تھے (الاصابہ، ج۶، حرف المیم، ذکر من اسمہ معاویہ)

□......**ماہِ ذی الحجہ ۶۳ھ**: میں صحابیٔ رسول حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا، آپ حضور ﷺ کے انتقال تک مدینہ میں رہے، اس کے بعد مدینہ سے منتقل ہوگئے اور ''ایام حرہ'' میں آپ کا انتقال ہوا (الاصابہ ج۲، حرف الراء، ذکر من اسمہ ربیعہ بزیادۃ ہاء فی آخرہ)

□......**ماہِ ذی الحجہ ۶۳ھ**: میں صحابیٔ رسول حضرت عبد اللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا، آپ کے والد جلیل القدر صحابی حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ ہیں جو ''غسیل الملٰئکۃ'' کے لقب سے مشہور ہیں، ''ایام حرہ'' میں آپ کی شہادت ہوئی (الاصابہ ج۴، حرف العین المہملہ، العین بعد ہا الباء، ذکر من اسمہ عبد اللہ)

□......**ماہِ ذی الحجہ ۶۴ھ**: میں صحابیٔ رسول حضرت ضحاک بن قیس رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ کو کوفہ اور دمشق کا گورنر بنایا تھا، عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور مروان کی جنگ کے دوران آپ کی شہادت ہوئی (الاصابہ ج۳ حرف الضاد المعجمہ، الضاد بعد ہا الباء والجیم والحاء

□......**ماہِ ذی الحجہ ۶۴ھ**: میں حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے خانہ کعبہ کی تعمیر کرائی (تقویم تاریخی ص۱۰) یزید کے دور میں جب یزید نے مکہ مکرمہ پر چڑھائی کی اور منجنیقوں سے خانہ کعبہ کی عمارت کو شدید نقصان پہنچایا، اس سال حج کے موقعہ پر آنے والے بڑے بڑے صحابۂ کرام کے مشورے سے اس کی نئی تعمیر شروع کی گئی، اور خانہ کعبہ کے دو دوازے مشرق اور مغرب کی طرف بنائے گئے اور اس کے لئے بھی بہت سی خصوصیات رکھی گئیں ''تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو تاریخ مکہ مکرمہ'' (تاریخ ملت ج۱ ص۵۹۶)

□......**ماہِ ذی الحجہ ۷۳ھ**: میں خلیفہ عبد الملک بن مروان کے دورِ حکومت میں خانہ کعبہ کی تعمیر کی گئی

(تقویم تاریخی ص ۱۹) اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے تعمیری نقشہ کے بجائے اس کو اس حالت پر تعمیر کیا جس حالت پر اس کو اہلِ قریش نے تعمیر کیا تھا، ایک عرصہ بعد خلیفہ ہارون الرشید نے عبدالملک کی تعمیر کو ختم کر کے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے نقشہ پر تعمیر کرنا چاہا لیکن اس زمانے کے امام مالک رحمہ اللہ نے فتویٰ کے ذریعے ان کو منع کر دیا کہ بیت اللہ کی بار بار نئے نقشے سے تعمیر اس کی عظمتِ شان کے مناسب نہیں، اور اس طرح یہ ہر آنے والے بادشاہ کا کھلونا بن جائے گا چنانچہ خلیفہ اپنے عزم سے باز آ گئے (تاریخ المکۃ المکرّمہ ج ۲ ص ۹۲، تاریخ ملت ج ۱ ص ۵۹۶)

□...... **ماہِ ذی الحجہ ۹۷ھ:** میں فاتحِ اندلس (موجودہ سپین) موسیٰ بن نصیر رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تقویم تاریخی ص ۲۵) آپ کا شمار مشہور فاتحین میں ہوتا ہے، یورپ کے اکثر علاقوں کی فتوحات آپ ہی کی سرگردگی میں ہوئیں، خلیفہ سلیمان بن عبدالملک کے دور میں آپ پر خیانت کا جھوٹا مقدمہ چلا کر آپ کو افریقہ کی گورنری سے معزول کر کے تین لاکھ دینار جرمانے کا حکم سنایا گیا، آپ نے اپنا سب کچھ فروخت کر کے بڑی مشکل سے ایک لاکھ دینار ادا کئے باقی کسی سفارش وغیرہ سے معاف ہوئے، اس کے بعد آپ ایک عام مفلس اور ستم زدہ شہری تھے ۹۷ھ میں حج کے لئے نکلے تو راستے میں بیمار ہو گئے، وفات سے ایک دن پہلے کہا کہ کل ایک ایسا شخص دنیا سے کوچ کرے گا جس کے کارناموں کا ڈنکا دنیا میں بج رہا ہے، اور اگلے دن دنیائے فانی سے منتقل ہو گئے (تاریخ اندلس ص ۱۲۵، تاریخ ملت ج ۱ ص ۶۳۳)

ذبح کے بعد جانور کے ٹھنڈا ہونے سے پہلے چھری چلانا

عام طور پر قصابوں کی عادت ہے کہ ایک مرتبہ جانور کو شرعی طریقہ پر ذبح کرنے کے بعد اس کے ٹھنڈا ہونے سے پہلے ہی اس کی گردن کی کسی خاص جگہ چھری مارتے ہیں جس سے اس جانور کو مزید تکلیف ہوتی ہے، اور اس کا مقصد یہ بتلایا جاتا ہے کہ اس سے جانور جلدی ٹھنڈا ہو جاتا ہے، اسی طرح بعض قصاب جانور کے ٹھنڈا ہونے سے پہلے ہی اس کی کھال وغیرہ اتارنا شروع کر دیتے ہیں، اس قسم کی حرکات شرعاً گناہ ہیں، شرعی طریقہ پر ذبح ہونے کے بعد جانور کو ٹھنڈا ہونے تک اپنی حالت پر چھوڑنا چاہئے خواہ ٹھنڈا ہونے میں کتنی ہی دیر کیوں نہ لگے، جلدی کی خاطر ایک شرعی گناہ میں مبتلا ہو جانا اور قربانی کے مبارک جانور کو بلا وجہ تکلیف پہنچا کر اس کا وبال اپنے اوپر مسلط کرنا عقلمندی نہیں۔

بسلسلہ : نبیوں کے سچے قصے مولانا محمد امجد

حضرت ھود علیہ السلام اور قومِ عاد (قسط ۳)

ذکر چل رہا تھا حضرت ھود کی داعیانہ صفات اور آپ کے تبلیغ کے انداز کا کہ کس طرح آپ نے قوم کی اصلاح اور ہدایت کے لئے ہر پہلو سے ان کو نصیحت کی اور ان کی خیر خواہی میں جان کھپاتے رہے، اور اس کے بدلے میں قوم نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ اور کس کس طرح سے آخر دم تک آپ کی مخالفت پر کمر بستہ رہے اور آپ کو ایذا پہنچاتے رہے، وقت کے ایک برگزیدہ نبی اور اپنے زمانہ کی ایک باجبروت مگر گمراہ قوم کے درمیان ایک عرصہ تک بپا رہنے والی حق و باطل کی اس کشمش کا قرآن مجید نے جابجا مختلف پیرایوں میں جو دلآویز نقشہ کھینچا ہے ظاہر ہے اس سے زیادہ اثر پذیر اور پرتاثیر اور کس کا بیان ہو سکتا ہے، ہاں! سلامتی طبع اور فہم رسا شرط ہے، قرآن مجید تو ایسا نسخہء کیمیا ہے کہ جس کی خالی تلاوت بھی (بغیر مطلب سمجھے) اہم ترین عبادت اور دلوں کے زنگ کو اتارنے کا باعث ہے، اگر ساتھ ساتھ قرآن مقدس کے بیان کردہ قصص، واقعات (جو عبرت، بصیرت اور رشد و ہدایت کے جواہر پارے ہیں) کے مطلب تک بھی آدمی کی رسائی ہو تو اس جامِ معرفت اور کتابِ ہدایت کا نشہ دو آتشہ ہو جاتا ہے

قرآن فہمی کے بارے میں ایک اصول

قرآنِ مجید میں اہل ایمان کو اس بات کی ترغیب دی گئی ہے کہ وہ قرآن مجید کے عبرت و بصیرت اور نصیحت و موعظت سے لبریز واقعات و حکایات اور آیات کو سمجھیں اور اس سے عبرت و نصیحت حاصل کریں، چنانچہ ارشاد ہے:

وَلَقَدۡ یَسَّرۡنَا الۡقُرۡاٰنَ لِلذِّکۡرِ فَهَلۡ مِنۡ مُّدَّکِرٍ (القمر)

ترجمہ: ''ہم نے قرآن مجید کو نصیحت کے لئے آسان کر دیا ہے تو کوئی ہے نصیحت پکڑنے والا۔''

البتہ قرآن مجید کا جو حصہ شرعی مسائل اور احکام پر مشتمل ہے وہ عبرت و نصیحت کے باب سے متعلق نہیں بلکہ عملی زندگی کے مختلف شعبوں کے لئے قوانین و ضوابط پر مشتمل ہے جن کی تفہیم و تشریح ماہرینِ قانون یعنی علماء و فقہاء کے ذمہ ہے اور اس باب میں انہی کی بات معتبر ہے جیسا کہ دنیوی عدالتوں میں بھی یہی ضابطہ

ہے کہ دستور ملکی اور آئین کی تشریح کا اختیار ہر کس وناکس کو نہیں ہوتا بلکہ ماہرین قانون بیرسٹر و وکلاء صاحبان کی بات قانون کی تشریح میں معتبر ہوتی ہے اگر کوئی ایرا غیرا ماہرین قانون کے برخلاف آئین کی تشریح کا دعویٰ کرے گا تو عدالت اس پر فردِ جرم عائد کرے گی۔

اسی طرح قرآن کے احکام کو سمجھنا اور اسکی تشریح وتوضیح کرنا بڑے اہل علم کا کام ہے کیونکہ قرآنِ مجید میں احکام اصولی انداز میں اختصار کے ساتھ بیان ہوئے ہیں جن کی تفصیل احادیث مبارکہ سے ہوتی ہے، یا پھر قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں دیئے ہوئے اصولوں کی روشنی میں نئے نئے مسائل کا حل علماء وفقہاء امت نکالتے ہیں اس لئے عامی آدمی کو یا معمولی علم والے کو آیاتِ احکام میں سرگرداں نہیں ہونا چاہئے بسا اوقات اس کے بڑے تلخ نتائج نکلتے ہیں۔

آیئے! ذرا قرآن مجید سے اس واقعہ کے متعلق کچھ مزید روشنی حاصل کر کے اپنے ایمان کو جلا بخشتے ہیں

كَذَّبَتْ عَادُ نِ الْمُرْسَلِيْنَ . اِذْقَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ هُوْد ''اَلاتَتَّقُوْنَ اِنِّىْ لَكُمْ رَسُوْل'' اَمِيْنٌ. فَاتَّقُوْا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنَ . وَمَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍاِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ اٰيَةً تَعْبَثُوْنَ وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ وَاِذَابَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِيْنَ فَاتَّقُوْااللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ. وَاتَّقُواالَّذِیْ اَمَدَّكُمْ بِمَاتَعْلَمُوْنَ اَمَدَّ كُمْ بِاَنْعَامٍ وَبَنِيْنَ . وَجَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ اِنِّىْ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ .قَالُوْاسَوَاءٌ'' عَلَيْنَاأَوَعَظْتَ اَمْ لَمْ تَكُنْ مِّنَ الْوَاعِظِيْنَ .اِنْ هٰذَا اِلَّا خُلُقُ الْاَوَّلِيْنَ وَمَانَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ فَكَذَّبُوْهُ فَاَهْلَكْنٰهُمْ اِنَّ فِىْ ذٰالِكَ لَاٰيَةً وَّمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُوْمِنِيْنَ . (الشعراء)

ترجمہ'': عاد نے پیغمبروں کو جھٹلایا جب ان سے انکے (قومی) بھائی ھود نے کہا کہ تم پرہیز گار بنو، میں تمھارا امانت دار دیانت دار پیغمبر ہوں پس اللہ سے ڈرو اور میری بات مانو، میں اس (دعوت کے کام) پر تم سے کچھ معاوضہ نہیں مانگتا، میرا معاوضہ پروردگارِ عالم نے دینا ہے کیا تم ہر بلند مقام پر بے فائدہ یادگار نشانی اور کاریگری کی عمارتیں بناتے ہو، شائد کہ تم ہمیشہ رہوگے، جب کسی پر گرفت اور دار و گیر کرتے ہو تو بڑا جبر وقہر ڈھاتے ہو، اللہ سے ڈرو اور میری بات مانو، اس اللہ سے ڈرو جس نے یہ سب نعمتیں تم کو بخشیں جو تم جانتے ہو، چوپائے،

مویشی، اولاد، باغات اور چشمے تمھیں بخشے، مجھ کو ڈر ہے کہ تم پر کوئی بڑا عذاب نہ آ جائے ان لوگوں نے جواب میں کہا، خواہ تم وعظ ونصیحت کرو یا نہ کرو ہم ماننے والے نہیں (یہ وعظ ونصیحت اور پیغمبری کا دعویٰ جو تم کر رہے ہو) یہ سب اگلے پرانے زمانے کے لوگوں کی عادت ہے (کہ ہر زمانے میں کوئی نہ کوئی ایسے دعوے کر کے وعظ ونصیحت جھاڑتا ہے) اور ہم پر کوئی عذاب نہ آئے گا، پس ان لوگوں نے پیغمبر کو جھٹلایا تو ہم نے ان کو برباد کر دیا، اس واقعہ میں عبرت کی نشانی ہے یہ لوگ اکثر، ماننے والے نہ تھے''

ان آیات میں پیغمبرانہ اسلوبِ دعوت پوری طرح نمایاں ہے نبی اپنی امانت ودیانت کا قوم کو یقین دلاتے ہیں اللہ تعالیٰ کے چند بڑے بڑے مادی اور حسی انعامات ان کو یاد دلا کر رجوع الی اللہ کی ترغیب دیتے ہیں اور ان کے چند بڑے بڑے جرائم تکبر وغرور ظلم وفساد اور دنیا کی چکا چوندی اور مادی زندگی میں ان کے کلی انہماک کی نشاندہی کرتے ہیں اور پھر اسکے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی پکڑ اور عذاب کا اندیشہ ظاہر کر کے ان کو ڈراتے ہیں اسکے جواب میں قوم انکی دعوت ونصیحت کو بے فائدہ اور فضول مشغلہ قرار دے کر ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتی ہے اور ان کے دعویٰ نبوت اور مواعظ ونصیحت کو دقیانوسیت اور پرانے لوگوں کی قدیم عادت بتلاتی ہے (جو گویا ترقی اور جدت پسندی کے مخالف اور زمانہ کے رنگ ڈھنگ اور چال چلن سے نابلد ہوتے ہیں) اور عذاب کے امکان واحتمال کو بالکلیہ مسترد کر کے ''سب ٹھیک ہے'' کا راگ الاپتے ہیں آخر میں اللہ تعالیٰ ان کے اس تمام طرزِ عمل کو حق کی تکذیب قرار دے کر اس تکذیب کی پاداش میں ان پر عذاب کے وقوع کی خبر دیتے ہیں کہ جس عذاب کے امکان ہی کو انہوں نے رد کر دیا تھا وہ ان پر آ کر رہا۔ اور پھر آخر میں اس پورے واقعہ کو پچھلوں کے لئے عبرت کا مرقع قرار دیتے ہیں۔ تو کوئی ہے عبرت پکڑنے والا!

اس واقعہ کا ایک اور منظر بھی آیاتِ بینات کے تناظر میں ملاحظہ ہو:

وَاِلٰی عَادٍ اَخَاھُمْ ھُوْدًا قَالَ یَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ. یَا قَوْمِ لَا اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی الَّذِیْ فَطَرَنِیْ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ. وَیَا قَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَیْہِ یُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَیْکُمْ مِدْرَارًا. وَیَزِدْکُمْ قُوَّۃً اِلٰی قُوَّتِکُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِیْنَ. قَالُوْا یَا ھُوْدُ مَا جِئْتَنَا

بِبَيِّنَةٍ وَمَانَحْنُ بِتَارِكِيٓ اٰلِهَتِنَاعَنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِينَ. اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا
اعْتَرَاكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْءٍ قَالَ اِنِّيٓ اُشْهِدُاللّٰهَ وَاشْهَدُوْااَنِّي بَرِيْٓءٌ مِّمَّا
تُشْرِكُوْنَ. مِنْ دُوْنِهٖ فَكِيْدُوْنِيْ جَمِيْعاً ثُمَّ لَاتُنْظِرُوْنِ .اِنِّيْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّيْ
وَرَبُّكُمْ مَا مِنْ دَآبَّةٍاِلَّا هُوَ اٰخِذٌبِنَاصِيَتِهَااِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ .فَاِنْ
تَوَلَّوْافَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ مَا اُرْسِلْتُ بِهٖ اِلَيْكُمْ وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّيْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَاتَضُرُّوْنَهٗ
شَيْـئًااِنَّ رَبِّيْ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ .وَلَمَّا جَاءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا هُوْدًاوَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ
بِرَحْمَةٍ مِّنَّاوَنَجَّيْنٰهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ. وَّتِلْكَ عَادٌ جَحَدُوْابِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ
وَعَصَوْارُسُلَهٗ وَاتَّبَعُوْا اَمْرَكُلِّ جَبَّارٍعَنِيْدٍ.وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَّيَوْمَ
الْقِيَامَةِاَلَا اِنَّ عَادًا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ اَلَابُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ. (سورہ ہود)

ترجمہ: اور عاد کی طرف ہم نے ان کے قومی بھائی ھود کو بھیجا اس نے کہا میرے بھائیو! خدا کو پوجو! اس کے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں، دوسرے خداؤں کا عقیدہ محض تمھارا افتراء (من گھڑت بات) ہے، بھائیو! اس وعظ ونصیحت کا کوئی معاوضہ میں تم سے نہیں چاہتا میرا معاوضہ اس پر لازم ہے جس نے مجھ کو پیدا کیا تم سمجھتے کیوں نہیں؟ بھائیو! خدا سے اپنے (کفر وشرک وغیرہ) گناہوں کی معافی مانگو اس کی طرف رجوع کرو تو وہ آسمان سے تم پر موسلا دھار بارش برسائے گا (کیونکہ قحط سالی کا عذاب بطور عبرت کے ان پر مسلط کر دیا گیا تھا) اور تمھارے زور وقوت میں ترقی دے گا مجرم وگناہ گار بن کر (اس سے) منہ نہ پھیرو (اس کے جواب میں) انہوں نے کہا، ھود! تم ہمارے پاس کوئی دلیل لے کر نہ آئے صرف تمھارے کہنے سے تو ہم اپنے خداؤں کو چھوڑنے والے نہیں ہیں اور نہ ہم تم پر ایمان لانے والے ہیں، ہم تو یہی کہیں گے کہ ہمارے بعض دیوتاؤں نے تم پر کچھ کر دیا ہے۔ (ان کی توہین وگستاخی کی وجہ سے تم انکی پکڑ میں آ کر ہوش وحواس کھو بیٹھے ہو اس لئے ایسی عجیب عجیب باتیں کرتے ہو) ھود نے کہا میں خدا کو گواہ بناتا ہوں اور تم بھی گواہ رہنا کہ جن کو تم اللہ کا شریک ٹھہراتے ہو میں ان سب سے بیزار ہوں (تم مجھے اپنے ان جھوٹے خداؤں سے ڈراتے ہو کہ انہوں نے مجھے مخبوط الحواس کر دیا میں اپنے رب کے بھروسے پر اس سے بڑھ کر یہ کہتا ہوں کہ) تم سب

(جھوٹے خدا اور پجاری دونوں) مل کر میرے خلاف سازش و منصوبہ بندی کرو پھر مجھے مہلت بھی نہ دو میں نے خدا پر بھروسہ کیا ہے جو میرا بھی پروردگار ہے اور تمھارا بھی (اگر چہ تم نہ مانو) روئے زمین پر چلنے والے سب جاندار (اسی کے قبضہ قدرت میں ہیں) سب کی پیشانی اس نے پکڑ رکھی ہے، میرا پروردگار صحیح راستہ پر ہے (لہٰذا جو صحیح راستے پر چلے گا وہ رب تک پہنچ جائے گا) پھر اب بھی تم (نہ مانو اور حق سے) پھرے رہو تو (میں اللہ کے ہاں بری الذمہ ہوں کیونکہ) جو پیغام مجھے دے کر بھیجا گیا تھا وہ سب تمھیں پہنچا چکا ہوں اور (تمھارے کفر و نافرمانی کے سبب تمہیں ہلاک کر کے) تمہاری جگہ دوسرے لوگوں کو میرا رب زمین میں آباد کر دیگا، تم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، بے شک میرا رب ہر چیز پر نگہبان ہے۔ اور جب ہمارا حکم (عذاب کا) آ پہنچا اور ہوا کے طوفان کا عذاب نازل ہوا تو) ہم نے ھود کو اور جو ان کے ہمراہ اہل ایمان تھے ان کو اپنی عنایت و مہربانی سے نجات دی اور ان کو ہم نے بہت ہی سخت عذاب سے بچا لیا، اور یہ قومِ عاد جنہوں نے اپنے رب کی آیات کا انکار کیا اور اس کے رسولوں کا کہنا نہ مانا، اور تمام تر ایسے لوگوں کے کہنے پر چلتے رہے جو کہ ظالم، وسرکش اور ضدی اور ہٹ دھرم تھے (نبی جیسی مقدس، مہربان اور خیر خواہ ہستی کی تابعداری کے بجائے ایسے بگوڑے اور پاپی لوگوں کو اپنا لیڈر بنایا جو کفر و فساد کے سرغنے تھے، نتیجۃً) اس دنیا میں بھی لعنت اور خدا کی مار و پھٹکار ان کے ساتھ ساتھ رہی اور قیامت کے دن بھی اسی لعنت کا طوق انکی گردن میں ہوگا۔ (لوگو) سن لو! قومِ عاد نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا، سن لو! پھٹکار ہے عاد پر جو ھود کی قوم تھی۔

اور سورۂ اعراف کی یہ آیات بھی ملاحظہ ہوں:

"قَالُوْا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ. قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَّ غَضَبٌ اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِيْ اَسْمَآءٍ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ فَانْتَظِرُوْا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ" (الاعراف)

ترجمہ: ان کافروں نے کہا تو اس لئے ہمارے پاس آیا ہے کہ ہم ایک خدا کو پوجیں اور جن کی

ہمارے بزرگ پوجا کرتے تھے ان کو چھوڑ دیں جس عذاب کی تو دھمکی دیتا ہے اگر تو سچا ہے تو لے آ وہ عذاب! پیغمبر نے کہا تمہارے پروردگار کا عذاب اور غضب بس تم پر آن پہنچا کیا تم مجھ سے ان چند بے حقیقت ناموں کی بابت جھگڑتے ہو جو تم نے اور تمھارے بزرگوں نے وضع کئے ہوئے ہیں خدا نے انکی (حقیقت وحقانیت پر) کوئی دلیل نہیں بھیجی پس عذاب کا اب انتظار کرو (آیا ہی چاہتا ہے) میں بھی تمھارے ساتھ انتظار کرتا ہوں‘‘

یعنی بس چند نام ہی ہیں جو تم گاتے پھرتے ہو اور اپنا دل بہلاتے ہو ورنہ ان ناموں اور الفاظ کا لبادہ اتارنے کے بعد تمھارے خداؤں کی جو حقیقت باقی بچتی ہے وہ وہی پتھر وتھر ہیں جو راستوں میں پڑے پامال ہوتے رہتے ہیں ان کی خدائی جو کچھ ہے وہ تمھارے تخیل اور خوش اعتقادی کی حد تک ہے۔ان بے حقیقت ناموں کے بھروسے پر تم سچے رب، پروردگارِ عالَم کا انکار کرتے ہو اور سینہ زوری کی حد ہوگئی کہ چیلنج کرتے پھرتے ہو کہ عذاب آتا کیوں نہیں؟ شرفِ انسانیت سے اتنی گراوٹ کے بعد اب تم سے کیا توقع ماننے کی؟ اور تمھارے پوری طرح مستحقِ عذاب ہونے میں کیا شبہ باقی رہا؟ بس اب تمھارا دھڑن تختہ ہوا ہی چاہتا ہے۔خرمستی اور سرکشی کا سارا نشہ اتر جائے گا۔

اب آخر میں عذاب کا منظر بھی ان آیات میں ملاحظہ فرمائیں۔

فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةًاَوَلَمْ یَرَوْااَنَّ اللّٰهَ الَّذِیْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةًوَّ كَانُوْا بِاٰیٰتِنَایَجْحَدُوْنَ .فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِیْحًاصَرْصَرًافِیْۤ اَیَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِیْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْیِ فِی الْحَیٰوةِالدُّنْیَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰی وَهُمْ لَا یُنْصَرُوْنَ (حم السجدة)

ترجمہ: لیکن عاد نے بلا استحقاق زمین میں غرور کیا اور کہا کہ کون ہم سے طاقت میں بڑا ہے اور وہ ہماری نشانیوں کے منکر تھے۔تب ہم نے ایک سخت ہوا ان پر ایسے دنوں میں بھیجی جو (بوجہ نزولِ عذابِ الٰہی کے ان کے حق میں) منحوس تھے تاکہ ہم ان کو اس دنیوی زندگی میں رسوائی کے عذاب کا مزا چکھادیں اور آخرت کا عذاب اور بھی زیادہ رسوائی کا سبب ہے اور ان کو کوئی مدد نہ پہنچے گی۔۔۔۔۔۔۔(جاری ہے)

(جاری ہے)

بسلسلہ: صحابہ کے سچے قصے انیس احمد حنیف

صحابیٔ رسول حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

چہرہ نورانی، بال سفید، قد متوسط اور رنگ گندمی یہ ہیں رئیس قبیلہ عمرو بن مالک، بدری صحابیٔ رسول ابوطلحہ (کنیت) زید بن سہل انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

یثرب کی زمین بارانِ اسلام سے نم ہو چکی تھی، مصعب بن عمیر اسلام کے پرجوش مبلغ کی حیثیت سے جانے پہچانے جانے لگے تھے کہ ایک خاتون عبادہ بنتِ مالک بن عدی بن زید بن مناۃ کے بیٹے زید بن سہل بن اسود بن حرام بن عمرو بن زید مناۃ بن عدی بن مالک بن النجار نے اُمِّ سلیم (والدہ حضرت انس بن مالک) کی طرف نکاح کا پیغام بھیجا، ام سلیم نے انکار کر دیا......وجہ صرف اختلاف مذہب قرار پائی، ام سلیم اسلام کی سچی شیدائی تھیں جبکہ زید بن سہل اسلام سے دُور......لیکن دل میں اخلاص ہو تو سچائی مل ہی جایا کرتی ہے......ابوطلحہ نے اسلام قبول کر لیا......اور ام سلیم نے ان کے اسلام کو بطورِ مہر تسلیم کرتے ہوئے ابوطلحہ کو قبول کر لیا......آپ اسی قافلے میں شامل ہو گئے جو مدینہ سے بیعت کے لئے روانہ ہوا......مکہ سے واپس آئے تو ابوطلحہ زید بن سہل، صحابیٔ رسول ہونے کا اعزاز حاصل کر چکے تھے، بیعت کے چند ماہ بعد جب نبی اکرم ﷺ بنفسِ نفیس ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو آپ نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ (یکے از عشرہ مبشرہ) کو حضرت ابوطلحہ کا اسلامی بھائی بنا دیا، آپ تمام غزوات میں نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ تھے، بدر میں حق وفاداری نبھانے کے بعد غزوۂ احد تو گویا آپ کا خاص یادگار دن تھا، جب ظاہری شکست کے حالات پیدا ہوئے اور وجہِ کون و مکان ﷺ کے گرد صرف چند مخصوص ہستیاں رہ گئیں تو ایسے میں حضرت ابوطلحہ نبی اکرم ﷺ کے سامنے ایک چمڑے کی آڑ کر کے کھڑے رہے، تاکہ کفار کے تیر حضور ﷺ کو نہ لگ جائیں آپ تیراندازی میں مہارت رکھتے تھے، اور کمان کو بڑی زور سے کھینچ کر تیر چلاتے تھے، اس روز تیراندازی کی شدت کی وجہ سے آپ کی دو تین کمانیں ٹوٹ گئیں، جب کوئی مسلمان تیروں کا ترکش لئے ادھر سے گزرتا، تو نبی اکرم ﷺ فرماتے یہ سب تیر ابوطلحہ کے سامنے ڈال دے......آپ حضور ﷺ کے سامنے ہو کر تیر چلاتے جبکہ حضور آپ کی اوٹ لئے ہوئے تھے......ایک مرتبہ جب حضور اکرم ﷺ سر مبارک بلند کر کے کافروں کو دیکھنے لگے تو حضرت ابوطلحہ نے اپنا سینا اور اونچا

کر دیا......اور عرض گزار ہوئے یا رسول اللہ ﷺ آپ پر میرے ماں باپ قربان آپ میری اوٹ لے کر دیکھیے......ایسا نہ ہو کہ آپ کو کفار کا کوئی تیر لگ جائے، جو ؎

جو تیر تجھ پہ چلے وہ مجھی کو زخمائے　　میرا بدن تیرے پیکر کی ڈھال بن جائے

میں تیری راہ کے کانٹے چنوں گا پلکوں سے　　کیا ہے عشق تو اے کاش لاج رہ جائے

اس غزوہ میں آپ کا ایک ہاتھ بالکل شَل ہو گیا جسے حفاظتِ رسول اللہ ﷺ کے صدقے میں آپ نے بخوشی قبول کیا......غزوۂ خیبر میں آپ کا اونٹ، نبی اکرم ﷺ کے اونٹ کے بالکل برابر تھا......آپ خاصی تیز آواز کے مالک تھے اسی وجہ سے جب نبی اکرم ﷺ نے گدھے کے گوشت کی ممانعت کا اعلان فرمایا تو منادی کرنے کے لئے آپ ہی کی خدمات حاصل کی گئیں......غزوۂ حنین میں آپ نے تقریباً بیس اکیس کافروں کو قتل کیا......انصارِ مدینہ میں حضرت ابوطلحہ کے پاس کھجوروں کے باغات زیادہ تھے، اور آپ کو ان تمام باغات میں ''بیرحا'' نامی باغ سب سے زیادہ پسند تھا......اور پسند بھی کیوں نہ ہوتا کہ یہ تمام باغات میں قیمتی ہونے کے علاوہ مسجدِ نبوی کے بالکل سامنے تھا، نبی کریم ﷺ وہاں تشریف لے جاتے اور اس باغ میں پانی پیتے اس کا پانی نہایت اچھا اور میٹھا تھا، لیکن جب یہ آیت نازل ہوئی:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْ مِمَّا تُحِبُّوْنَ ہ

ترجمہ: ''ہرگز نہ حاصل کرسکو گے نیکی میں کمال جب تک نہ خرچ کرو اپنی پیاری چیز سے کچھ''

آپ دربارِ رسالت میں تشریف لائے اور عرض گزار ہوئے......یا رسول اللہ ﷺ مجھے اپنے تمام باغات میں سے ''بیرحا'' سب سے زیادہ محبوب ہے وہ اللہ کے لئے صدقہ ہے ؎

دولت کیا ہے، دنیا کیا ہے، تجھ کو ہم نے دل دے ڈالا　　اپنی پونجی صرف محبت، تو اور تیرے نام کی مالا

سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا اب تم اس باغ کو اپنے رشتے داروں میں تقسیم کر دو چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا، ایک مرتبہ آپ اپنے ایک باغ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ اتنے میں ایک خوبصورت چڑیا اُڑی اور اس نے باغ میں اُڑتے اُڑتے چکر لگانے شروع کر دیے شاید وہ اس گھنے سرسبز و شاداب باغ میں نکلنے کا راستہ تلاش کر رہی تھی جو وہ نہیں پا رہی تھی آپ اس بات سے تعجب کرنے لگے، کبھی اس خوبصورت چڑیا کی طرف دیکھتے لیکن پھر نماز کی طرف مشغول ہو جاتے......اس وجہ سے آپ کو یہ نہ معلوم ہوسکا کہ کتنی رکعتیں پڑھ لیں ہیں آپ فوراً دربارِ رسالت میں حاضر ہوئے اس سارے واقعہ کو بیان کیا اور عرض کیا یا رسول

اللہ ﷺ میرا وہ باغ صدقہ ہے آپ جہاں چاہیں اس کو صرف فرمائیں ۔

جو تجھ سے دور کرے گا وہ دھن نہیں رکھنا جو صرف تجھ کو نہ چاہے وہ من نہیں رکھنا

محبتوں کا ہو دعویٰ مگر نا حق ہو اادا مجھے خدا کی قسم یہ چلن نہیں رکھنا

ایک مرتبہ ایک شخص نے دربارِ رسالت میں حاضر ہو کر بھوک کی شکایت کی، نبی اکرم ﷺ نے اپنی ایک زوجہ مطہرہ کی طرف پیغام بھیجا، تو معلوم ہوا کہ وہاں بھی کھانے کو کچھ نہیں پھر دوسری کی طرف یہی پیغام بھیجا، تو وہاں بھی یہی حالت تھی، غرضیکہ سب ازواجِ مطہرات کا یہی حال تھا چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو اس شخص کی مہمانی کرے گا، اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے گا، حضرت ابوطلحہ یہ ارشاد سُن کر فوراً اٹھے ۔

تیری ابرو کا جو ارشاد ہے ہر صحیفے سے بڑھ کر پیارا ہے

عرض کیا، حضور اس مہمان کو میں لئے جاتا ہوں، گھر پہنچے تو گھر میں کھانا صرف اس قدر تھا کہ بچے کھا سکیں، آپ نے بیوی سے کہا، دربارِ رسالت سے یہ مہمان میرے ساتھ آیا ہے......بچوں کو بہلا کر سُلا دو......اور کھانا مہمان کے لئے لگا دو، میں اس کے ساتھ کھانے پر بیٹھوں گا، تم چراغ درست کرنے کے بہانے کھڑی ہونا اور اسے بجھا دینا، میں کھانے میں خالی منہ چلاتا رہوں گا، تاکہ مہمان یہی گمان کرے کہ میں بھی اس کے ساتھ کھانے میں شریک ہوں اس طرح وہ سَیر ہو کر کھانا کھالے گا، یوں تمام گھر اس رات فاقہ سے رہا اور مہمان کو کھانا کھلا دیا ۔

کس کا حق کس پہ مقدم ہے مجھے کیا معلوم میں تو جانوں کہ منانا ہے تجھی کو جاناں

رات کٹی صبح کو دربارِ رسالت میں حاضری دی تو ارشاد ہوا ابوطلحہ! رات تمہارے فعل سے اللہ تعالیٰ تم سے بہت راضی ہوا اور آپ نے یہ آیت ارشاد فرمائی، جو انہی کی شان میں اس موقع پر نازل ہوئی تھی

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ

ترجمہ: اور مقدم رکھتے ہیں ان کو اپنی جان سے اور اگر چہ ہو اپنے اوپر فاقہ (الحشر۔۹)

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ سے بے انتہا محبت تھی رسول اللہ ﷺ خود بھی اس محبت کی قدر کرتے تھے حجۃ الوداع کے موقعہ پر جب حضور ﷺ نے منیٰ میں حلق کرایا تو سر مبارک کے بال لوگوں میں تقسیم ہوئے دائیں طرف کے بال باقی لوگوں میں تقسیم ہوئے جبکہ بائیں طرف کے تمام موئے مبارک آپ نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو مرحمت فرمائے ۔

ہر اک میخوار کا ساغر رہا مرہونِ پیمانہ اسے مینہ ملی جو عشقِ ساقی میں تھا دیوانہ

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اپنی محبت کی یہ قدر پا کر بے انتہا خوش ہوئے اُمِ سلیم سے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی کئی اولادیں ہوئیں لیکن سوائے عبداللہ کے کوئی زندہ نہ رہا ایک مرتبہ آپ اپنے ایک بیٹے کو جو کچھ دن سے بیمار تھا ام سلیم کے پاس چھوڑ کر مسجدِ نبوی ﷺ تشریف لے گئے ادھر اس لڑکے کا انتقال ہو گیا ام سلیم نے اسے دفن کر دیا اور گھر والوں سے تاکید کی کہ ابوطلحہ آئیں تو ان سے اس کا ذکر نہ کرنا آپ مسجد سے آئے کچھ دوسرے صحابہ بھی ساتھ تھے پوچھا لڑکے کا کیا حال ہے ام سلیم نے کہا پہلے سے اچھا ہے آپ اپنے ساتھیوں سے باتیں کرتے رہے کھانے کا وقت ہوا تو کھانا کھایا رات کو آپ ام سلیم کے قریب رہے رات کے آخری پہر میں ام سلیم نے آپ سے لڑکے کی وفات کا ذکر کیا اور کہنے لگیں کہ اللہ کی امانت تھی سو اس نے لے لی اس میں کسی کا کیا اجارہ ہے؟ حضرت ابوطلحہ نے ’’انا للہ وانا الیہ راجعون‘‘ پڑھا اور صبر کیا اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک اور بیٹا عطا کیا جسے آپ دربارِ رسالت میں لے گئے نبی ﷺ نے کچھ چھوارے چبا کر ان سے لڑکے کو گھٹی دی اور اس کا نام عبداللہ رکھا یہ عبداللہ اپنے زمانے میں تمام لوگوں پر فضیلت رکھتے تھے اور انہی سے حضرت ابوطلحہ کی نسل چلی۔ حضرت ابوطلحہ روایتِ حدیث میں بے انتہا احتیاط سے کام لیتے تھے یہی وجہ ہے کہ وصالِ نبوی کے چالیس سال بعد تک حیات رہنے کے باوجود آپ سے مروی احادیث کی مجموعی تعداد (۹۲) سے تجاوز نہ کر سکی۔ آپ سے مروی احادیث فضائل کی بجائے مسائل کے موضوعات سے متعلق ہیں عجیب لوگوں کی ہر بات عجیب ہوا کرتی ہے ستر سال کی عمر ہوئی ایک دن تلاوت فرما رہے تھے اس آیت پر پہنچے ’’اِنْفِرُوْا خِفَافاً وَّثِقَالاً وَّ جَاھِدُوْا بِاَمْوَالِکُمْ وَاَنْفُسِکُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ‘‘

ترجمہ: نکلو! ہلکے اور بوجھل اور لڑو! اپنے مال سے اور جان سے اللہ کی راہ میں (سورہ توبہ۔۴۱) تو ولولہ جہاد تازہ ہو گیا۔ کہنے لگے اللہ نے بوڑھے اور جوان سب پر جہاد فرض کیا ہے مجھے جہاد میں جانا ہے وصال نبوی سے اب تک روزے رکھتے چلے آئے تھے سوائے عید بقر عید کے پورا سال روزے رکھتے۔ روزوں کا دوام اور بڑھاپے کا آرام۔ ضعف یقینی تھا گھر والوں نے روکا لیکن آپ نہ رکے شوقِ شہادت ہر کمزوری پر بھاری تھا اللہ کا نام لے کر آپ روانہ ہو گئے بحری سفر تھا اسلامی بیڑہ راستہ میں تھا کہ وہ لمحہ جانفزا آ گیا جس کی طلب میں گھر سے روانہ ہوئے تھے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کی لاش سات دن تک سمندری جہاز کے تختہ پر رہی سات دن بعد ایک جزیرہ میں اتر کر آپ کی صحیح وسالم لاش کو دفن کر دیا گیا۔

بسلسلہ اصلاحِ معاملہ

مفتی منظور احمد

تجارت کی فضیلت واہمیت (قسط ۱)

تجارت معاملات کا ایک اہم شعبہ اور انسان کے معاش کا سب سے بڑا ذریعہ ہے بلکہ موجودہ دور میں تو معیشت کے دیگر اکثر ذرائع تجارت ہی کے تابع ہیں لہذا تجارت کو انسانی معیشت کی ریڑھ کی ہڈی کہا جاسکتا ہے۔تجارت کی اسی اہمیت کے پیشِ نظر حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''تِسعَۃُ اَعُشَارِ الرِّزُقِ فِی التِّجَارَۃِ''(کنز الاعمال ج۴ ص۳۰)

''رزق کے دس میں سے نو حصے تجارت میں ہیں''

جبکہ ایک دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا۔

اِنَّ الرِّزُقَ عِشُرُوُنَ بَاباً تِسعَۃَعَشَرَ مِنُھَا لِلتَّاجِرِ وَبَاباً وَاحِدًا لِلصَّانِعِ''(کنز ج۴ص۳۳)

''رزق کے بیس دروازے ہیں جن میں انیس تاجر کیلئے ہیں اور ایک صانع وکاریگر کیلئے ہے''

ان احادیث کا حاصل یہ ہے کہ تجارت بڑی آمدنی کا ذریعہ ہے اسمیں مشغولیت سے انسان بڑی وسعت اور فراخی سے اپنے معاش کا انتظام کرسکتا ہے لہٰذا اس کو اختیار کرنا چاہیے تجارت کی اسی خصوصیت کی وجہ سے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''لَوُلاَ ھٰذِہِ الُبُیُوُعُ لَصِرتُمُ عَالَۃً عَلٰی النَّاسِ''(کنز ج۴ص۱۲۲)

''اگر یہ تجارتیں نہ ہوتیں تو تم لوگوں پر بوجھ بن جاتے''

اور تجارت کی اسی اہمیت کے پیشِ نظر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

''عَلَیُکُمُ بِالتِّجَارَۃِ لَاتَفُتَنَّکُمُ ھٰذِہِ الُحَمُرَاءُ عَلٰی دُنُیَا کُمُ''

''تجارت کو ضروری سمجھو یہ سرخ لوگ (عجمی غلام) تمھاری دنیا پر امتحان نہ بن جائیں''

ابن امیر حاج نے اپنی کتاب ''المدخل'' میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد کا پس منظر یہ بیان کیا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ خلافت میں ایک مرتبہ بازار میں تشریف لائے اور دیکھا کہ تجارت کرنیوالے زیادہ تر لوگ باہر سے آئے ہوئے اور عوام الناس ہیں تو غمگین ہوئے جب خاص خاص لوگ جمع ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے یہ بات بیان کی،لوگوں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے فتوحات

اور مال غنیمت کی وجہ سے ہمیں تجارت سے مستغنی کر دیا ہے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا، اگر تم ایسا کرو گے تو تمھارے مردان کے مردوں کے اور تمھاری عورتیں ان کی عورتوں کی محتاج ہو جائیں گی علامہ عبدالحئی کتانی فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فراست اس امت کے بارے میں بالکل سچ ثابت ہوئی کیونکہ اس امت نے مشروع طریقہ تجارت کو چھوڑ دیا تو اسے غیروں نے اختیار کر لیا اور امتِ مسلمہ غیر مسلموں کی محتاج ہوگئی ہے چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی چیزوں تک میں ہم دوسروں کے محتاج ہو گئے۔ (فضائل تجارت ص ۶۵)

آج عالمِ اسلام کا یہی علمیہ ہے کہ اس نے تجارت کو ترک کر دیا تو سوئی سے لے کر ہوائی جہاز تک ہر چیز میں یہود ونصاریٰ اور کفار ومشرکین کا محتاج ہے۔ جبکہ اسلام نے تاجر کو بڑی اہمیت دی ہے ایک حدیث میں ارشاد ہے:

"اُوصِیکُمْ بِالتُّجَّارِ خَیرًا فَاِنَّھُمْ بَرَدُالاٰفَاقِ وَاَمْنَاءُ اللهِ فِی الْاَرْضِ"

"میں تمہیں تاجروں کے ساتھ اچھے برتاؤ کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ یہ لوگ ڈاک پہچانے والوں کے مانند اور زمین میں اللہ تعالیٰ کے رزق کے امین ہیں (کنز الاعمال ج ۴، ص ۱۱)

اگر تجارت شریعت کے بیان کئے ہوئے آداب واصول اور شرعی احکام کے مطابق کی جائے اور اس کا مقصد بھی اپنے نفس اور اپنے متعلقین کے حقوق ادا کرنا اور غریبوں کی مدد ہو، یا اس سے بھی آگے بڑھ کر دین کے راستہ میں خرچ کرنا ہو تو یہ تجارت صرف دنیا نہیں رہتی بلکہ اعلیٰ درجے کی عبادت بن جاتی ہے اور ایسے تاجر کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ قیامت کی سخت ہولناک تپش اور گرمی میں اللہ تعالیٰ کے عرش کے نیچے ہوگا، چنانچہ ارشاد ہے:

"اَلتَّاجِرُ الصُّدُوْقُ تَحتَ ظِلِّ الْعَرْشِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ"

"سچا تاجر قیامت کے دن عرش کے سائے میں ہوگا" (ترغیب ج ۴، ص ۴۶)

اسی وجہ سے حضور اقدس ﷺ نے ایسی تجارت جو شرعی اصول وقواعد کے مطابق ہو اس کی آمدنی کو سب سے افضل اور پاکیزہ کمائی قرار دیا ہے (مشکوۃ ج ۱)

چنانچہ بڑے بڑے فقہائے کرام نے کمائی کے ذرائع میں سے تجارت کو سب سے افضل ذریعہ قرار دیا ہے اور بعض اہل علم حضرات نے اسکی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ تاجر کے اوقات اپنے اختیار میں ہوتے ہیں لہٰذا وہ تجارت کے ساتھ دوسرے دینی کام مثلاً تعلیم، تدریس اور تبلیغ بھی آسانی سے کر سکتا (فضائل تجارت ص ۶۳)

Idara Ghufran

تجارت کے اہم ترین عبادت ہونے کا اندازہ اس حدیث سے لگایا جا سکتا ہے جس میں حضوراقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اَلتَّاجِرُالصُّدُوْقُ الْاَمِیْنُ مَعَ النَّبِیِّیْنِ وَالصِّدِّیْقِیْنِ وَالشُّھَدَاءِ''(ترمذی)

''سچا امانت دار تاجر قیامت میں انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا''

اگر تاریخ اسلامی پر سرسری نظر ڈالی جائے تو بے شمار ایسی شخصیات ملتی ہیں جنہوں نے تجارت کے پیشے کو اختیار فرمایا۔ حضوراقدس ﷺ بذاتِ خود حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا سامان ان کے غلام ''میسرہ'' کے ہمراہ تجارت کے لئے شام کے شہر بصریٰ لیکر گئے وہاں ان کا سامان فروخت کر کے دوسرا مال خرید کر واپس تشریف لائے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو دوسرے لوگوں کی تجارت سے جتنا نفع ہوتا تھا اس سے دگنا نفع ہوا، چنانچہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو طے کردہ نفع سے دگنا نفع دیا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تجارت مشہور ومعروف تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی تجارت کا اکثر نفع غلاموں کو خرید کر آزاد کرنے اور اسلام کی خدمت میں لگتا تھا۔ چنانچہ غزوۂ تبوک کے موقع پر آپ رضی اللہ عنہ نے اپنا سارا سامان حضوراقدس ﷺ کی خدمت میں پیش فرمایا۔ آپ رضی اللہ عنہ حضوراقدس ﷺ کی موجودگی میں بھی شہر بصریٰ تجارت کے لئے تشریف لے گئے اور حضوراقدس ﷺ کی خدمت میں حاضری کا شوق اور خصوصی تعلق بھی سفرِ تجارت سے مانع نہیں ہوا۔ اور خلافت کے بعد بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوعبیدہ ابن الجراح رضی اللہ عنہ کے کہنے پر تجارت کو چھوڑا اور بیت المال سے ان کا وظیفہ مقرر کیا گیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی تاجر پیشہ تھے چنانچہ انہوں نے خود فرمایا:

''اَلْھَانِیَ الصَّفَقُ فِی الْأَسْوَاقِ''

''مجھے کاروبار کی مشغولیت کی وجہ سے حضوراقدس ﷺ کی بہت سی باتیں معلوم نہ ہوسکیں''

کئی محدثین نے آپ رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ کے علاوہ مجھے اپنی محنت اور کوشش سے روزی طلب کرتے ہوئے موت کا آجانا سب سے زیادہ پسندیدہ ہے اور اسکی دلیل میں آپ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

''وَآخَرُوْنَ یَضْرِبُوْنَ فِی الْاَرْضِ یَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللہِ ''(سورۃ المزمل آیت ۲۰)

''اور کچھ لوگ زمین میں سفر کریں گے اللہ کا فضل (رزق) تلاش کرنے کے لئے'' (جاری ہے)

Idara Ghufran

بسلسلہ: سہل اور قیمتی نیکیاں حافظ محمد ناصر

♦ سلام کرنے میں پہل کرنے کا ثواب

''مسلمانوں کو سلام کرنا'' دینِ اسلام کی ایک ایسی تعلیم ہے جس کے ذریعہ سے سلام کرنے والا غیر مسلموں سے مُمتاز ہو جاتا ہے، اور یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ''مسلمان'' ہے، حضورﷺ نے مسلمانوں کو آپس میں سلام کرنے کی بہت زیادہ تاکید فرمائی ہے، چنانچہ حدیث میں ہے کہ ''لوگوں کو سلام کرو، چاہے تم انہیں پہچانتے ہو یا نہ پہچانتے ہو'' (بخاری ومسلم) یعنی جس شخص کے بارے میں یہ معلوم ہو کہ یہ مسلمان ہے تو اُسے سلام کر دینا چاہئے، چاہے وہ شخص تمہارا دوست، رشتہ دار وغیرہ نہ بھی ہو، صرف مسلمان ہونیکی بنیاد پر سلام کر دینا چاہئے۔

احادیث میں سلام کرنے میں پہل کرنے کے بہت زیادہ فضائل آئے ہیں، ایک حدیث میں ہے کہ ''لوگوں میں سے اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہے، جو لوگوں کو سلام کرنے میں ابتداء (یعنی پہل) کرے'' (ابوداؤد)

اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی مبارک زندگیوں سے بھی سلام کو عام کرنے اور سلام کرنے میں پہل کرنے کی اہمیت اور فضیلت واضح ہوتی ہے، مثلاً حدیث کی ایک کتاب مؤطا امام مالک میں خلیفۂ ثانی حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ (جو اونچے درجے کے صحابی ہیں) ان کے بارے میں ہے کہ ''کبھی کبھی وہ گھر سے صرف اس وجہ سے نکلا کرتے تھے کہ جو مسلمان ملے گا، اُسے سلام کریں گے، اور اس طرح ان کی نیکیوں میں اضافہ ہوگا'' (مؤطا امام مالک)

لیکن دینِ اسلام میں جہاں کسی کام کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے، تو وہاں اُس کام کے کرنے کے طریقے اور آداب بھی بتلائے گئے ہیں، لہٰذا اُن طریقوں اور آداب سے ہٹ کر اگر اس کام کو کیا گیا تو پھر اُس عمل سے فائدہ کی جگہ نقصان اور ثواب کی جگہ گناہ کا اندیشہ ہے، چنانچہ اسلام میں سلام کرنے میں پہل کرنے کو سنت، اور سلام کا جواب دینے کو واجب کا درجہ دیا گیا ہے، یعنی اگر کوئی سلام کرے تو پھر اس کا جواب دینا ضروری ہو جاتا ہے، اور اگر دوسرا شخص سلام کا جواب نہ دے تو گناہ گار ہوتا ہے، اس لیے دین اسلام میں بعض موقعوں پر مصافحہ کرنے سے منع کیا گیا ہے، اور بعض موقعوں پر سلام اور مصافحہ دونوں سے منع کیا گیا

ہے، مختصر یہ کہ سلام کرنا اس وقت سُنّت اور ثواب ہے جب دوسرا شخص اپنے کسی ایسے جائز کام میں مشغول نہ ہو کہ سلام کرنے سے اس کے کام میں رُکاوٹ پیدا ہوتی ہو، مثلاً کوئی شخص تلاوت کر رہا ہو یا نماز پڑھ رہا ہو یا مسجد میں نماز کے انتظار میں بیٹھا ذکر وغیرہ کر رہا ہو یا مطالعہ(Study) کر رہا ہو تو ایسے وقت سلام کر کے اُس کے کام میں خَلَل ڈالنا صحیح نہیں، اور اگر کوئی ناجائز اور گناہ کا کام کر رہا ہو تو اُسے سلام کرنا ہی ٹھیک نہیں۔

لہٰذا ''سلام'' کرتے ہوئے دوسرے کی راحت کا خیال رکھنا چاہیئے، اور سلام کرنے سے پہلے اس کے آداب ذہن میں رکھنے چاہئیں تاکہ شریعت کا حکم صحیح طرح سے ادا ہو، اور سلام کرنے کے نتیجہ میں جتنے فضائل احادیث میں آئے ہیں وہ سب حاصل ہوں، محض اپنا دِل خوش کرنے اور مطمئن کرنے کے لیے سلام کر دینا کہ جس سے دوسرے کے کام میں خَلَل ہو، یہ اسلام کی تعلیم نہیں۔

اس کے علاوہ سلام بھی اُن الفاظ سے کرنا چاہیئے جو سنت سے ثابت ہیں اور وہ یہ ہیں کہ سلام ''**السلام علیکم**'' اور جواب ''**وعلیکم السلام**'' کے الفاظ سے دیا جائے، اور اگر ''**ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہ**'' بھی ملا لیا جائے تو مختصر وقت میں زیادہ ثواب حاصل کیا جا سکتا ہے، چنانچہ حدیث شریف سے ثابت ہے کہ ''**السلام علیکم**'' کہنے سے دس نیکیاں اور اس کے بعد ''**ورحمۃ اللّٰہ**'' ملانے سے بیس، اور اگر آخر میں ''**وبرکاتہ**'' بھی ملا لیا جائے تو ایسے سلام اور جواب سے تیس نیکیاں حاصل ہوتی ہیں۔(ترمذی، ابوداؤد)

بسلسلہ : آداب المعاشرت انتخاب: مفتی محمد رضوان

گفتگو کے آداب

✪ ''کلام اور گفتگو'' انسان کے حق میں قدرت کی طرف سے بہت بڑی نعمت ہے، اگر یہ نعمت حاصل نہ ہوتو انسان کی زندگی تلخ اور بدمزہ ہو جائے، لہٰذا اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی اس نعمت پر شکر ادا کرنا چاہیے اور اس نعمت کو صحیح صحیح اور ٹھیک ٹھیک طریقہ پر استعمال کرنے کی کوشش اور اہتمام کرنا چاہیے۔

✪ جب کسی سے بات چیت اور گفتگو کی نوبت آئے تو بولنے سے پہلے سوچ لینا چاہیے کہ اس گفتگو کی اس وقت ضرورت اور کوئی فائدہ بھی ہے یا نہیں؟ بعض اللہ والوں نے فرمایا ہے کہ ''پہلے تو لو پھر بولو''

تولنے کا مطلب یہ ہے کہ اچھی طرح جانچ پڑتال اور جھاڑ پھٹک لو اور اس کے بعد ہی بولو، کیونکہ ہر بات کا منہ سے نکالنا اور موقعہ بے موقعہ بولتے چلتے جانا عقلمندی کی نشانی نہیں۔

✪ زبان بظاہر جسم کا ایک چھوٹا سا حصہ اور گوشت کا لوتھڑا ہے لیکن اس سے سرزد ہونے والے معاملات اور امور کو دنیا اور آخرت کے اعتبار سے بہت اہمیت حاصل ہے، بعض اوقات چھوٹا سا ایک ہی جملہ اور مختصر سا ایک ہی کلمہ جنت یا دوزخ کے فیصلہ کا باعث ہوجاتا ہے۔

✪ جب کسی سے گفتگو کرنے کی نوبت آئے تو صاف صاف الفاظ زبان سے نکالنا چاہیے، تاکہ دوسرے کو آپ کی بات پوری طرح سمجھ میں آجائے اور بات مکمل کرنی چاہیے، ادھوری بات کرنا آداب کے خلاف ہے

✪ بہت مختصر بات کہ جس سے مقصود ہی واضح نہ ہو یا بہت لمبی بات جس سے دوسرے کو الجھن یا تکلیف ہو نہیں کرنی چاہیے، اعتدال پر رہنا چاہیے۔

✪ گفتگو کے وقت دوسرے کے اتنے قریب نہ ہونا چاہیے جس سے بات کرتے ہوئے منہ کی بدبو دوسرے کے لئے تکلیف کا باعث بنے، یا دوسرے کے اوپر منہ سے تھوک کے چھینٹے اچٹ کر پڑیں، اور نہ ہی اتنی دور ہونا چاہیے کہ دوسرے کو آپ کی آواز ہی نہ پہنچے۔

✪ جب کسی بڑے سے بات کررہے ہوں تو بہت اونچی آواز سے بات نہ کرنی چاہیے لیکن دوسرے کے ادب واحترام کا یہ مطلب نہیں کہ آواز کو اتنا پست اور نیچا کرلیا جائے کہ اسے کچھ بھی سمجھ نہ آئے۔

✪ گھما پھرا کر بات کو بلاضرورت طول دینا اچھی بات نہیں اس سے دوسرے کو الجھن ہوتی ہے، دوسرے

کی راحت اور مصروفیت کا خیال کرنا ضروری ہے

✪اگر کسی نے آپ کے ذمہ کوئی کام لگایا ہو تو اس کی اطلاع دیتے وقت اس کام کا نام بتا کر پوری بات بتانا چاہیے مثلاً یہ کہ فلاں کام جو مجھے کہا گیا تھا اس کا قصہ یہ ہے، صرف ہاں یا نہ میں اطلاع دینا ٹھیک نہیں، ہو سکتا ہے کہ دوسرے کو وہ بات یا وہ کام جو ذمہ لگایا گیا تھا اس وقت یاد نہ ہو۔

✪بات کرتے وقت زبان کو بہت تیز تیز نہیں چلانا چاہیے بلکہ ایسے انداز سے بات کرنی چاہیے کہ الفاظ پورے پورے ادا ہوں، حروف کٹیں نہیں۔

اونٹ کو تین جگہ سے ذبح کرنا

عام طور پر اونٹ کو تین جگہ سے ذبح کرنا ضروری سمجھا جاتا ہے، اور اونٹ کو صرف ایک جگہ سے ذبح کرنا کافی نہیں سمجھا جاتا، یہ غلط فہمی ہے، اونٹ کو بھی عام جانور کی طرح ایک جگہ سے ذبح کرنا کافی ہوتا ہے، لہٰذا تین تین جگہ سے ذبح کرنے کو ضروری سمجھنا غلط ہے۔

قربانی کا گوشت

افضل یہ ہے کہ قربانی کا گوشت تین حصے کر کے ایک حصہ اپنے اہل و عیال کے لئے رکھے، ایک حصہ رشتہ دار اور دوست واحباب میں تقسیم کرے اور ایک حصہ غریبوں میں تقسیم کرے ● سارا گوشت تقسیم کرنا جائز ہے لیکن بہتر ہے کہ عذر نہ ہو تو کچھ نہ کچھ خود بھی کھائے ● قربانی کا گوشت امیر، غریب، سید، اور غیر مسلم ہر ایک کو دینا جائز ہے ● سارا گوشت گھر میں بھی رکھ سکتا ہے، مگر افضل وہی ہے جو گزرا۔

بسلسلہ : اصلاح وتزکیہ مفتی محمد رضوان

پریشان کُن خیالات ووساوِس اور اُن کا علاج

(قسط۷)

وہم کا مرض: بے سروپا وسوسوں سے ملتی جلتی ایک چیز ''وہم'' ہے، یہ وہم کی بیماری بھی ایسی خبیث ہے کہ ''اللہ معاف کرے''، بعض اوقات اس کی وجہ سے انسان کی پوری زندگی ہی اجیرن ہوجاتی ہے، وہم کے بارے میں تو مشہور ہے کہ ''وہم کی دوا تو حکیم لقمان کے پاس بھی نہیں ہے'' جس کا مطلب یہ ہے کہ وہم ایسی چیز ہے کہ اس کی دوا بڑے بڑے حکیموں سے ملنا بھی ممکن نہیں، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ دوا تو بیماری کے لئے ہوا کرتی ہے اور وہم بنیادی طور پر کوئی بیماری نہیں ہے، اس لئے اس کی دوا ملنا بھی ممکن نہیں، ظاہر ہے کہ صحت مندی اور تندرستی کو بیماری سمجھنے کی کوئی دوا نہیں ہوا کرتی، اس کا علاج تو یہ ہوتا ہے کہ انسان اپنی سوچ کی اصلاح کرے اور اپنے ذہن کے زاویہ کو تبدیل کرے۔

جب کسی انسان پر اس قسم کی چیزوں کا غلبہ ہو تو اسے چاہئے کہ اپنے آپ کو کسی کارآمد چیز میں مشغول کرے، اور ان چیزوں کو بیٹھ کر سوچنے نہ بیٹھ جائے، کیونکہ ان چیزوں کو سوچتے رہنے کے نتیجہ میں انسان وہمی اور شکی مزاج بن جاتا ہے، دماغ میں خشکی آجاتی ہے۔

وہم اور شک کا نتیجہ: ''ہمارے ایک جاننے والے جو کہ راولپنڈی کے بڑے کالج میں پروفیسر بھی تھے بڑے لائق اور قابل انسان تھے، مگر ان کے ساتھ ایک مسئلہ یہ تھا کہ وہ کھڑے، بیٹھے، چلتے پھرتے بار بار اپنے دائیں بائیں ہاتھ کو اپنی گردن اور گدی کی طرف عجیب وغریب انداز میں آگے اور پیچھے سے لے جاتے تھے اور اپنی قمیض یا شرٹ کا کالر درست کیا کرتے تھے حالانکہ کالر پہلے سے بھی ٹھیک ہوتا تھا اور اس کو ٹھیک کرنے کی کوئی ضرورت بھی نہیں ہوتی تھی، اسی طرح وہ اپنے دائیں اور بائیں ہاتھ کی انگلی منہ کے سامنے بار بار لاکر اس پر منہ سے پھونک مارا کرتے تھے اور ان کی یہ حرکت ان کے حلقۂ احباب میں کافی مشہور تھی، کئی مرتبہ پروفیسر صاحب کو اپنی اس حرکت کی بدولت شرمندگی بھی اٹھانی پڑجاتی تھی، مگر ان کی یہ حرکت اور یہ عادت اتنی پختہ ہوچکی تھی کہ کسی طرح چھوٹتی نہیں تھی اور وہ غیرارادی طور پر اور بے خیالی میں بھی اس حرکت میں مبتلا ہوجایا کرتے تھے، شاید بچپن سے ان کو یہ عادت کسی وہم یا شک اور وسوسے کی

بدولت پڑ گئی ہو۔

ان صاحب کے پاس اپنی ذاتی کار بھی تھی، ایک مرتبہ ان کے ساتھ کسی ضرورت سے میرا پشاور جانا ہوا، ساتھ میں دو تین احباب اور بھی تھے اور گاڑی بھی یہ پروفیسر صاحب خود ہی چلا رہے تھے، میں ان کے ساتھ اگلی سیٹ پر ہی برابر میں بیٹھا ہوا تھا، لیکن وہ گاڑی چلانے کے دوران بھی اپنی ان مذکورہ حرکات پر برابر کاربند تھے، مجھے ان کی اس حرکت پر بار بار خیال آتا تھا کہ یہ گاڑی چلانے کے دوران کبھی اپنا دایاں اور کبھی اپنا بایاں ہاتھ اسٹیرنگ سے اٹھا کر اپنی قمیض کے کالر کی اصلاح میں لگے ہوئے ہیں، کہیں ان کی اس حرکت کی بدولت ڈرائیورنگ کے مسئلہ میں گڑبڑ پیدا نہ ہوجائے اور اس کی وجہ سے کوئی بڑا مسئلہ نہ کھڑا ہوجائے، خیر اللہ اللہ کر کے پشاور تک تو خیر و عافیت کے ساتھ رسائی ہوگئی، اسی دن ادھر سے راولپنڈی کے لئے واپسی بھی تھی، واپسی پر بھی ان صاحب کی یہی حرکات وسکنات جاری تھیں، میں برابر دعا میں مصروف تھا کہ اللہ تعالیٰ کسی ناگہانی حادثہ سے محفوظ فرمائیں۔

کسی طرح سے اللہ تعالیٰ نے راولپنڈی کے قریب پہنچا دیا، مگر ابھی راولپنڈی شہر شروع نہیں ہوا تھا، ہم اس وقت جی ٹی روڈ پر سفر کر رہے تھے، درمیان میں روڈ پر بعض ایسی جگہیں بھی آتی تھیں جو وزن لاد کر چلنے والے ٹرکوں کی وجہ سے کافی متأثر ہوگئیں تھیں، اور گہرے گڑھوں کے مسلسل نشانات پڑے ہوئے تھے، جہاں ہاتھ سنبھال کر گاڑی چلانا پڑتی تھی، ذرا سا گاڑی کا ٹائر دائیں یا بائیں ہونے سے تیز رفتار گاڑی کے بے قابو ہوجانے یا الٹ جانے کا بھی خطرہ تھا، گاڑی کی رفتار کچھ زیادہ تیز بھی نہیں تھی، لیکن زیادہ آہستہ کہنا بھی مشکل تھا، نا معلوم پروفیسر صاحب پر کس چیز کا غلبہ ہوا کہ انہوں نے اسٹیرنگ سے اچانک دونوں ہاتھ بڑی تیزی کے ساتھ اٹھائے اور ایک ہاتھ کو اپنی قمیض کے کالر پر لے گئے اور دوسرے کو منہ کے سامنے کر کے اس پر پھونک ماری، ابھی یہ حرکت جاری تھی کہ یکا یک گاڑی بے قابو ہوگئی، پروفیسر صاحب سمیت تمام سوار افراد ہڑبڑا اُٹھے، اللہ کا کرنا دیکھئے کہ گاڑی موڑ سے دائیں طرف نکل کر جھاڑیوں میں سیدھی جا کر پھنس گئی لیکن اللہ تعالیٰ نے سب کو محفوظ رکھا، یہ سب کچھ اتنی تیزی اور جلدی میں ہوا کہ کسی کو کچھ بھی سمجھ نہیں آیا، فوراً سب حضرات گاڑی سے نیچے اترے کہ شاید گاڑی کا ویل نکل گیا ہو یا کوئی بڑا پنچر وغیرہ ہوگیا ہو، مگر گاڑی کی تمام چیزیں بالکل درست اور صحیح سالم محسوس ہو رہی تھیں اور کیونکہ پروفیسر صاحب اپنی عادت کے ہاتھوں مجبور ہونے کی بدولت بے خیالی میں اس حرکت سے دوچار ہوئے

تھے اس لئے ان کو بھی اس کا سبب معلوم نہیں ہو رہا تھا، اور میں نے فی الوقت بتانا اور ان کی اس حرکت کی طرف متوجہ کرنا اس لئے مناسب نہیں سمجھا تھا تا کہ تمام تحقیقات وتفتیشات کا مرحلہ طے ہو جائے اور پھر اس کے بعد ان کو اصل سبب سے آگاہ کیا جائے، خیر نیچے اترے ہوئے ہونے کی حالت میں کئی مرتبہ گاڑی کو دھکا لگا کر آگے پیچھے کیا گیا، اور پروفیسر صاحب نے خود ا کیلے بیٹھ کر بھی گاڑی کو آہستہ آہستہ چلا کر دیکھا تو وہ بالکل درست اور صحیح تھی، جب تحقیق وتفتیش کے تمام مرحلے طے پا گئے، اس کے بعد میں نے بتلایا کہ سب کچھ ٹھیک ہے گاڑی کا بھی کوئی قصور نہیں، اس کی اصل وجہ تو پروفیسر صاحب کی فلاں حرکت ہے اور اس کا میں نے خود اپنی آنکھوں سے مشاہدہ بھی کیا ہے، پروفیسر صاحب برابر اس کے منکر تھے کیونکہ یہ سب کچھ بے خیالی میں معرض وجود میں آیا تھا، لیکن بہرحال جب دوسرے احباب نے بھی میری بات کی تائید کی تو پروفیسر صاحب نے بادل نخواستہ اپنی غلطی کو تسلیم کیا اور اپنے کانوں کو دونوں ہاتھ لگا کر کہنے لگے کہ آئندہ کے لئے اس حرکت سے توبہ کرتا ہوں، میں نے مزاحاً کہا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ پہلی حرکت سے تو توبہ کی بدولت باز آ جائیں لیکن اب جو حالت کانوں پر ہاتھ رکھ کر بنائی ہوئی ہے اس کی عادت نہ شروع ہو جائے۔

اس واقعہ کو ملاحظہ کرنے کے بعد آپ حضرات کو اندازہ ہو گیا ہوگا کہ وہم اور شک کی بدولت بعض اوقات انسان کسی معمولی فعل اور حرکت کا عادی ہو جاتا ہے اور یہ عادت پھر کسی بڑے واقعہ کا سبب بھی بن جاتی ہے، لہٰذا ضروری ہے کہ جب اس قسم کے کسی واہمہ اور شک میں انسان مبتلا ہو تو اس کو شروع میں ہی اپنی اصلاح کر لینی چاہیئے ورنہ عادت پختہ ہو جانے کے بعد پھر یہ چیز کسی وہم یا شک کے درجہ میں نہیں رہتی بلکہ انسان کے روزمرّہ کے معمولات کا حصہ بن جاتی ہے۔ اس مرض کی وجہ سے نیند بھی صحیح طرح نہیں آتی اور بڑھتے بڑھتے پھر یہ چیز مالیخولیا (MELANCHOIA) کی شکل اختیار کر لیتی ہے،

اس بیماری کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان خود اعتمادی اور قوتِ اعتمادی اور قوتِ ارادی کی دولت کھو بیٹھتا ہے، اسے نہ اپنے اوپر اعتماد و یقین رہتا، اور نہ ہی کسی دوسرے پر، ایسی حالت میں اگر دنیا جہان کے سارے انسان اسے بیک زبان ہو کر اس کی سوچ کے خلاف بات کہیں تو وہ سب کو جھوٹا اور غلط تصور کرتا ہے، مالیخولیا کا مرض اتنا خطرناک ہوتا ہے کہ اس کی وجہ سے تمام انسانی نظم تعطل کا شکار ہو جاتا ہے۔

(جاری.......)

بسلسلہ : اصلاح وتزکیہ ترتیب: مفتی محمد رضوان

مکتوباتِ مَسِیحُ الاُمَّت (قسط ۱۰)

(بنام حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب)

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب دامت برکاتہم کی وہ مکاتبت جو مسیح الامت حضرت مولانا محمد مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی رحمہ اللہ کے ساتھ ہوتی رہی، ان مکتوباتِ منتشرہ کو مفتی محمد رضوان صاحب نے سلیقہ کے ساتھ جمع کرنے اور ترتیب دینے کی کوشش کی ہے، جو افادۂ عام کے لئے ماہنامہ ''التبلیغ'' میں قسط وار شائع کئے جارہے ہیں۔ عرض سے مراد حضرت نواب قیصر صاحب کے تحریر کردہ کلمات اور ارشاد سے مراد حضرت جلال آبادی رحمہ اللہ کے جواب میں تحریر فرمودہ ارشادات ہیں (.................ادارہ)

مکتوب نمبر (۱۵) (یکم رجب ۱۴۱۱ھ)

عرض: مخدومی و معظمی حضرت اقدس والا مرتبت، دامت برکاتہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

ارشاد: مکرم زید مجدھم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

عرض: حضرت کا والا نامہ باعثِ مسرتِ قلبی وزیادتِ ایمانی کے ساتھ موصول ہوا۔

ارشاد: یہ بشاشت کی حلاوت مبارک۔

عرض: اللہ تعالیٰ حضرت کو روز افزوں برکات وترقی درجات سے نوازے، آپ کے ضعف ونقاہت وعلالت کو مبدل بہ صحت وتوانائی وطاقت کردے، یہ سلسلہ اصلاحِ اعمال واخلاق، تعلیم وتلقین، تربیتِ طالبین وسالکین تا دیر بعافیت قائم رہے۔

ارشاد: یہ مبارک زبان اللہ تعالیٰ مبارک فرمائیں۔

عرض: اکثر جب حضرت کا تصور کرتا ہوں تو یہ شعر پڑھتا ہوں

؎ دل کو روشن کردیا آنکھوں کو بینا کردیا ۔۔۔ کیا نظر تھی جس نے مُردوں کو مسیحا کردیا

ارشاد: کیا عجیب قدرت حی وقیوم کی دل زندہ کو اور زندہ کردیا۔

عرض: گزشتہ تین چار سال سے بفضلِ رب یہ معمول تھا کہ موسمِ سرما میں مع اہلیہ کے ہندوستان کا سفر ہوجاتا تھا جس کے نتیجہ میں حضرت کا دیدار نصیب ہوجاتا تھا۔ آپ کی ایک نظرِ محبت وہ کام کرجاتی

تھی جو سالہا سال کے مجاہدوں سے بھی حاصل نہیں ہوتا یہ بات سچ ہے کہ ''دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا''۔

ارشاد: یہ محبت حب فی اللہ بندہ کے لئے مغفرت کا وسیلہ بنائیں۔

☒ **عرض:** اس کا دوسرا عنوان صحبتِ اہل اللہ ہے کہ پیشِ مردِ کاملے پامال شو۔ جس کی بدولت وصول الی اللہ سہل ہو جاتا ہے اور مسافت جلد قطع ہوتی ہے۔

ارشاد: یہ نظریہ مصداق ہے یا ایھاالذین آمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین کا

☒ **عرض:** حضرت کے ہر مکتوب گرامی قدر میں الحمدللہ ایسے اصلاحی نکات منجانب اللہ تلقی ہوتے ہیں کہ بندہ کو آموختہ یاد ہو جاتا ہے اور غفلت سے تنبہ ہو جاتا ہے، جزاکم اللہ خیر الجزاء۔

ارشاد: یہ عظمتِ طریق کی دلیل ہے۔

☒ **عرض:** صلوٰۃ یا غیر صلوٰۃ ذکر ہو یا غیر ذکر بلا قصد حدیثِ نفس اور وساوس کا سلسلہ ختم نہیں ہوتا اس سے نجات کی کیا صورت ہو۔

ارشاد: نجات کی صورت معصیت سے ہوتی ہے جو کہ مرض ہے بلا قصد کیا مرض ہے، نہ التفات نہ ملال، کیا یہ طریق، طریقِ حق کے خلاف نہ ہوگا۔

☒ **عرض:** مراقبہ رؤیتِ الٰہی کروں یا رؤیتِ عبد کا دھیان رکھوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہا ہے۔

ارشاد: ہاں یہ مراقبہ احسان ہے اسی میں عبدیت بھی ہے۔

☒ **عرض:** بندہ ناچیز سے جن حضرات نے تعلق قائم کیا ہے جب وہ اپنے حالات اور اذکار و اشغال سے مطلع فرماتے ہیں ان کے مقابلہ میں احقر کے معمولات عشرِ عشیر نظر آتے ہیں، بہت شرمسار ہوتا ہوں کہ ایسے ذاکر شاغل اشخاص مجھ جیسے حقیر و ناچیز اور نااہل سے وابستہ ہیں اس کا کیا ان کو جواب دوں جبکہ حقیقتاً بندہ کا درجہ ان سے بہت زیادہ کمتر ہے۔

ارشاد: حال رفیع مبارک کہ نظر انداز بخلق خود بھی خلق ہے۔

☒ **عرض:** کیا اس کا اخفاء رکھوں یا حقیقت حال سے ان کو آگاہ کر دیا کروں؟ خادم کمترین محمد عشرت علی خان قیصر عفی عنہ۔

ارشاد: انصتُ۔

بسلسلہ : اصلاحُ العلماء والمدارس ترتیب: مفتی محمد رضوان

طلبہ کو حد سے زیادہ مارنا (قسط۲)

(تعلیماتِ حکیم الامت کی روشنی میں)

✪......سزا اور تادیب کی ضرورت پڑتی ہے اس کی اجازت ہے اور ’’الضروری یتقدر بقدر الضرورۃ‘‘ کے قاعدے سے اتنی ہی تادیب (سزا) دینے کی اجازت ہوسکتی ہے جو پرورش اور تربیت (وتعلیم) میں معین ہو نہ اتنی جو درجہ ایلام (سخت تکلیف اور مصیبت) تک پہونچ جائے۔ایسی زیادتی قطع نظر گناہ ہونے کے انسانیت اور فطرت کے بھی خلاف ہے۔ضرب فاحش (سخت مارنے) سے فقہاء نے صراحتاً منع فرمایا ہے اور جس ضرب (مار) سے جلد پر نشان پڑ جائے اس کو بھی (فقہاء نے) ضرب فاحش میں داخل کیا ہے اور جس سے ہڈی ٹوٹ جائے یا کھال پھٹ جائے وہ بدرجہ اولیٰ ہے بلکہ ضرب فاحش سے خود استاد کو تعزیر دی جائے گی (ایضاً صفحہ۱۳۴)

✪......(۱) بچوں کی بہتر سزا یہ ہے کہ چھٹی بند کردی جائے اس کا ان پر کافی اثر ہوتا ہے (۲) میں نے دو سزائیں مقرر کر رکھی ہیں ایک کان پکڑوانا جس کو مراد آباد والے بطخ بنوانا اور ہمارے علاقہ میں مرغ بنوانا کہتے ہیں (۳) دوسرے اٹھنا بیٹھنا اس میں دونوں اصلاحیں ہوجاتی ہیں جسمانی بھی کہ ورزش ہے اور نفسانی یعنی اخلاقی بھی کہ اس سے زجر (وتوبیخ اور تنبیہ) ہوجاتی ہے (۴) سزا میں دو چپت بھی کافی ہیں (ایضاً صفحہ۱۳۶)

معلوم ہوا کہ عام حالات میں تو بچوں کو مارنے کی اجازت ہی نہیں اور ضرورت پڑنے پر بھی اس کے لئے شرائط مقرر ہیں،اور کئی اکابر نے اس بات کی صراحت فرمائی ہے۔

چنانچہ مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اصلاحِ احوال اور چیز ہے جذبۂ انتقام اور چیز ہے ہمارے یہاں جو اساتذہ اُن بچوں کو پیٹتے ہیں جن کے سبق یاد نہیں ہوتا،بچے کہنا نہیں مانتے اللہ معاف کرے یہ جذبہ تو بہت کم ہوتا ہے کہ بچوں کی خیر خواہی مقصود ہو،استاد صاحب کی بات نہیں مانی،استاد کہتا ہے کہ پانچ دفعہ کہہ دیا تجھے دس

دفعہ کہہ دیا تو یاد نہیں کرتا ہے خالی بیٹھا رہتا ہے، تو زیادہ غصہ اس بات پر ہے کہ تو نے ہماری بات مانی کیوں نہیں ورنہ تو یوں کہتے کہ دیکھو خالی بیٹھنے سے سبق یاد نہیں ہوتا یہ نہیں کہتے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ تجھے دس دفعہ کہہ دیا پھر بھی سبق یاد نہیں کرتا زیادہ غصہ اس بات پر ہے اسی غصہ کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بچے یاد نہیں کرتے ، بڑے حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری رحمہ اللہ کے ایک مرید ہیں، ایک گاؤں ہے، دودھ گڑھ، وہاں ایک قاری صاحب تھے وہیں بچوں کو پڑھایا کرتے تھے، بڑے حضرت کو معلوم ہوا کہ قاری صاحب بچوں کو پیٹتے ہیں تو حضرت نے کہلا کر بھیجا کہ قاری صاحب سے کہو کہ جب غصہ آیا کرے تو اپنا سر دیوار پر مارلیا کریں بچوں کو نہ مارا کریں اور مارنے کی بھی حد ہے فقہاء نے لکھا ہے شامی میں موجود ہے اس لئے اس سے زیادہ جو ماریں گے تو قیامت کو یہ بچے انتقام لیں گے مولانا تھانوی نے تصریح کی ہے بچے کو ایک دفعہ میں تین چپت سے زیادہ مارنے کی اجازت نہیں ہے اور وہ بھی چہرہ اور سر پر نہیں وہ بھی زیادہ زور سے نہیں قمچی سے لکڑی سے چمڑے سے ان میں سے کسی سے مارنے کی اجازت نہیں ہے......حضرت مولانا (خلیل احمد) سہارنپوری رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ جو استاد بچوں کو مارتا اور مار کر پڑھاتا ہے اس کو پڑھانا نہیں آتا زیادہ پٹائی سے بچے بے حیاء ہو جاتے ہیں آگے کو کام نہیں کرتے ہیں۔ اورنگزیب عالمگیر رحمہ اللہ کے دربار میں تین آدمی پیش کئے گئے تینوں کے تینوں ایک جرم میں۔ انہوں نے کیا سزا دی؟ ایک کو تو گھور کر دیکھا دوسرے کو کچھ ڈانٹا دھمکایا، تیسرے کو کوڑے لگوائے وزیروں نے کہا کتنا بڑا ظلم ہو رہا ہے جرم ایک ہے سزائیں سب کی الگ الگ ہیں اورنگزیب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ افسوس جو کچھ میں دیکھتا ہوں تم نہیں دیکھتے، جاؤ تینوں کے حالات کی تحقیق کرو، پہلا شخص جس کو گھور کر دیکھا تھا اس کے مکان پر پہونچے تو وہاں تو کفن دفن کا انتظام ہو رہا ہے اس کا انتقال ہو گیا غیرت کی وجہ سے کہ بادشاہ نے گھور کر دیکھ لیا۔ دوسرے شخص کے مکان پر گئے تو معلوم ہوا کہ حکیم جی کو بلایا جا رہا ہے بیہوش پڑے ہوئے ہیں۔ تیسرے کو دیکھا کہ بازار میں کھڑا ہے ڈنڈا لئے ہوئے کہ اتنے جوتے لگ گئے اتنے کوڑے لگ گئے اور لگ جاویں گے۔ تو مزاج الگ الگ ہے سب کا، یہ نہیں کہ سزا ایک ہو، وہ بہت گہرے آدمی تھے عالمگیر رحمہ اللہ خوب دیکھتے بھالتے تھے (خطبات محمود ج ا ص ۱۸۴ تا ۱۸۵)

علم کے مینار مولانا عبدالسلام

مسلمانوں کے علمی کارناموں وکاوشوں پر مشتمل سلسلہ

امام محمد رحمہ اللہ فقہ حنفی کے مدوِّن وترجُمان (تیسری وآخری قسط)

امام محمد اور علمِ سیَر: یوں تو امام محمد علیہ الرحمۃ کی تمام دینی خدمات اور علمی وفقہی تصانیف وتحریرات رشد و ہدایت کے فن پارے اور اسلام کی حقانیت و جامعیت کے لازوال شاہکار اور دین محمدی (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیمات) کی وسعت وعالمگیریت کے زندہ جاوید نمونے ہیں، بقول کسے ؎

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجا است

(سر تا بقدم جہاں بھی نظر جاتی ہے حسن کرشمہ دل کو اپنی طرف کھینچتا ہے کہ جائے نظارہ تو بس یہی ہے)

لیکن امام عالی مقام کا ایک خاص الخاص کارنامہ جس نے فقہ اسلامی کو نئے افق عطا کر کے اسلام کی عالمگیریت اور بین الاقوامیت کی چھاپ اس پر مزید گہری کر دی اور آنے والے زمانوں میں عالمی اسلامی سلطنتوں کو خارجہ پالیسی اور بین الاقوامی تعلقات میں اپنا قائدانہ اور داعیانہ کردار ادا کرنے کے لئے جامع دستور عطا کیا وہ علمِ سیر کی تدوین وتکمیل ہے۔ جیسا کہ پیچھے گذر چکا ہے کہ امام کی اس موضوع پر دو تصنیفات ''سیر الصغیر'' اور ''سیر الکبیر'' ہیں جو ''ظاہر الروایہ'' کی چھ کتب میں شامل ہیں

علمِ سیَر۔ ایک تعارف: علم سیر فقہ کی مستقل شاخ ہے جس کا تعلق بین الاقوامی قوانین وتعلقات سے ہے بین الاقوامی تعلقات اور جنگ وصلح کے قواعد وضوابط اور معاہدہ جات وغیرہ مرتب کرنے میں فقہائے اسلام کو قرآن مجید کی متعلقہ آیات کے علاوہ حضور ﷺ کے غزوات اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جنگی معرکوں کے واقعات ونظائر سے مدد ملی، اس لئے ابتداء میں علمِ سیر، سیرت النبی ﷺ اور علمِ مغازی ہی کا ایک جزء تھا۔ لیکن فقہائے اسلام کی کاوشوں سے بہت جلد ''قانون بین الاقوام'' کے اصول وفروع مرتب ہو کر، مغازی وسیرت سے ہٹ کر یہ ایک مستقل علم بن گیا اور اس کی مستقل تصانیف وجود میں آئیں اس تدریجی ارتقاء کی وجہ سے فقہاء میں اس علم کی فنی تعریفات بھی کچھ مختلف رہی ہیں۔ اس علم کی سب سے جامع تعریف مشہور حنفی فقیہ، اور امام محمد رحمہ اللہ کی کتب کے شارح امام سرخسی رحمہ اللہ (متوفی ۴۸۳ھ) نے فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں:

’’جاننا چاہیے کہ سیر سیرت کی جمع ہے (بمعنی طرزِ عمل ورویہ) اس کتاب کا نام سیر اس لئے رکھا گیا ہے کہ اس میں مسلمانوں کے اس طرزِ عمل سے بحث کی گئی ہے جو مشرکین یعنی برسرِ جنگ دشمنوں اور ان لوگوں سے تعلقات کے بارے میں اختیار کیا جاتا ہے جن سے کوئی معاہدہ ہے، یعنی ان کو امان دی گئی ہے یا ان کی حفاظت کی ذمہ داری لی گئی ہے۔ اس طرح اس کتاب میں مرتدین کے ساتھ کئے جانے والے معاملات کا بھی ذکر کیا گیا ہے جو کفار کی بدترین قسم سے تعلق رکھتے ہیں کہ ایک بار دین کے اقرار واعتراف کے بعد منکر ہوگئے ہیں اس طرح ان لوگوں سے تعلقات کا ذکر ہے جنہوں نے بغاوت کا ارتکاب کیا ہے جن کی حیثیت کفار ومشرکین کے مقابلہ میں بہتر ہے اگرچہ ان کا رویہ جہالت اور تاویلاتِ باطلہ پر مبنی ہے (المبسوط)

اس تعریف سے واضح ہے کہ سیر اسلامی قانون کا وہ شعبہ ہے جو کفار ومشرکین، برسرِ جنگ دشمنوں، معاندین مستامنین، اہل ذمہ، مرتدین اور باغیوں سے مسلمانوں کے روابط اور تعلقات کے احکام بیان کرتا اور ان کو منظّم کرتا ہے۔ اسلام میں بین الاقوامی قوانین کا باقاعدہ آغاز ہجرت نبوی ﷺ کے بعد مدینہ منورہ میں اسلامی ریاست قائم ہونے کے ساتھ ہی ہوگیا تھا، مدینہ کی نوزائیدہ اسلامی ریاست کے استحکام ومضبوطی، اور اس کو دشمنانِ اسلام مشرکینِ مکہ وغیرہ کے اندرونی وبیرونی سازشوں اور حملوں سے بچانے اور اپنا دفاع مضبوط کرنے کے لئے نبی ﷺ نے پیغمبرانہ بصیرت وفراست کو کام میں لاتے ہوئے ہجرت کے فوراً بعد مدینہ کے آس پاس آباد قبائل سے معاہدات کئے چنانچہ میثاق مدینہ یہود سے طے پانے والا اس سلسلہ کا ایک مشہور تاریخ ساز معاہدہ ہے ان معاہدات کی رو سے آپ ﷺ نے تمام قبائل کو ایک ایسے بین الاقوامی نظام میں سمودیا جس میں اسلام اور اسلامی ریاست کو مرکزی اور فیصلہ کن حیثیت حاصل تھی، اس پورے عمل کی رہنمائی وحی الٰہی نے قرآن پاک کی آیات کی شکل میں کی، جن میں جنگ وصلح، معاہدات، جنگ بندی، جنگی قیدیوں کا مسئلہ اور ان جیسے بے شمار امور بیان ہوئے اور ان کی مزید جزئی تفصیلات آپ ﷺ نے اپنے عمل (سنت) کے ذریعے فرمائیں اس طرح دس سال کے عرصے میں اسلام کے بین الاقوامی قوانین کی بنیادیں فراہم ہوگئیں، جن پر فقہاء اسلام نے اپنے اپنے اجتہادات، فقہی آراء اور ضروریات و حالات کی روشنی میں عمارت سازی کی۔ اس موضوع پر منتشر ومتفرق کام امام ابوحنیفہ (۱۵۰ھ)، امام اوزاعی (۱۵۷ھ)، امام ابو یوسف (۱۷۹ھ)، امام شافعی (۲۰۴ھ)، امام ابراہیم فزاری (۱۸۶ھ) رحمہم اللہ نے کیا لیکن اس موضوع پر سب سے نمایاں اور مکمل ومنضبط کام فقہ حنفی کے گلِ سرسبد، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اس ہونہار شاگرد امام محمد کا ہے اس بنا پر آپ کو بین الاقوامی قوانین کا موسسِ اول قرار دیا گیا ہے۔

علم سِیَر کے مباحث: فقہ کے اس شعبہ سیر میں بنیادی طور پر درج ذیل مباحث شامل ہیں:

(۱) دنیا کے ممالک اور سلطنتوں کی درج ذیل فقہی و مذہبی اقسام میں تقسیم، دارالاسلام، دارالحرب ، دارالکفر ، دارالصلح ، دارالعہد، پھر ان میں سے ہر قسم کے ممالک واقوام کے اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ طرز عمل اور سلوک کے اعتبار سے احکام۔

(۲) مسلمانوں اور غیر مسلموں کے تعلقات۔ اس ضمن میں غیر مسلموں کی حیثیت، حقوق ومراعات، اور عارضی طور پر دارالاسلام (اسلامی ریاست) میں آنے والے غیر مسلموں کے معاملات مثل ویزا، امان، سفارت، تجارت، وغیرہ تمام امور زیرِ بحث آتے ہیں (۳) مسلمانوں کے آپس کے وہ اختلافات جو جنگ وجدل تک پہنچ جائیں ان میں دارالاسلام کی اندرونی بغاوتیں، بدامنی ارتداد اور ان جیسے باقی امور شامل ہیں (۴) قتال فی سبیل اللہ کے احکام، اقسام، آداب اور ضوابط وشرائط، اس کے ضمن میں جنگ میں ممنوع اور غیر ممنوع امور، مقاتلین اور غیر مقاتلین کے حقوق اور احکام، مالِ غنیمت اور جنگی قیدیوں کے معاملات سے بحث ہوتی ہے۔ پھر ان اصولی مباحث کی روشنی میں غیر مسلم افراد واقوام کی ایک تقسیم حالتِ امن اور حالتِ جنگ کے اعتبار سے ہے۔

حالتِ امن: (۱) اہلِ عنوہ: (مفتوحین) وہ غیر مسلم جنہوں نے اسلامی ریاست سے جنگ کی ہو اور اسلامی ریاست نے جوابی فوجی کارروائی میں ان کے علاقے فتح کر لئے ہوں اور اس فتح کے نتیجے میں وہ غیر مسلم اسلامی ریاست کے شہری بن گئے ہوں (ب) معاہدین: وہ غیر مسلم جو کسی معاہدہ کے نتیجہ میں اسلامی ریاست کے شہری قرار پائے ہوں (ج) اہل صلح: وہ غیر مسلم جو کسی معاہدہ، اتفاق رائے یا مصالحت کے نتیجہ میں اپنے علاقے کے خودمختار اور آزاد شہری قرار پائے ہوں اور اسلامی ریاست سے ان کے تعلقات اسی معاہدہ پر مبنی ہوں (د) مستامن: وہ اجنبی مسلمان یا غیر مسلم جو عارضی قیام کی نیت سے اجازت نامہ (ویزہ) یا امان لے کر اسلامی ریاست میں داخل ہوں۔

حالتِ جنگ: (۱) اہلِ الحرب: دشمن ملک کے وہ غیر مسلم شہری جو اسلامی ریاست سے برسرِ جنگ ہوں (ب) اہل البغی: وہ مسلمان یا غیر مسلم جو اسلامی ریاست کے شہری ہوں اور انہوں نے ریاست کی قانونی حکومت (امامِ عادل) کے خلاف بغاوت کر دی ہو اور قابلِ ذکر قوت بھی حاصل کر لی ہو۔

(ج) محاربین: اسلامی ریاست کے وہ باشندے جو ریاست یا ریاست کے شہریوں کے خلاف قوت کا

ناجائز استعمال کر کے کوئی ناجائز مفاد حاصل کر رہے ہوں۔ جیسے ڈاکو، رہزن (قطاع الطریق وغیرہ)
(د) مرتدین: اسلامی ریاست کے وہ باشندے جو اسلام کو چھوڑ کر کوئی اور مذہب اختیار کرلیں اور پوری ریاست کی بنیادی اساس کو ہی چیلنج کر دیں۔
(ہ) اہل عنوہ جو بالفاظِ دیگر اہلِ ذمہ بھی کہلاتے ہیں کتبِ فقہ میں ان کے احکام کافی تفصیل سے ذکر ہوئے ہیں جس کی ایک معروضی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے اسلام کے خلاف اپنی پوری قوت میدانِ جنگ میں جھونک کر شکست کھائی ہوتی تھی اور مفتوح بن جاتے تھے اب ایک تو بالکل بے دست و پا ہو جانے کی وجہ سے یہ اپنے حقوق کے تحفظ کی کوئی طاقت نہیں رکھتے تھے اور دوسری طرف یہ تعداد میں بہت زیادہ تھے کیونکہ زمانہ صدرِ اسلام میں مسلمانوں کی عالمگیر فتوحات کے نتیجے میں سلطنتوں کی سلطنتیں اور قوموں کی قومیں مسلمانوں کی زیرِ نگیں ہوگئی تھیں۔ اور دینِ اسلام میں تو جبر و اکراہ ہے نہیں کہ کسی کو زبردستی دینِ اسلام میں داخل ہونے پر مجبور کیا جاتا، جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

"لَا اِکْرَاهَ فِی الدِّیْنِ" ترجمہ: دین اسلام (قبول کرنے) میں زبردستی نہیں (البقرہ)

اس طرح مسلمانوں کا سیاسی غلبہ اور تسلط ہو جانے کے بعد بھی ممالکِ مفتوحہ کی یہ اقوامِ مغلوبہ بامن واطمینان اپنے دین پر کاربند رہتیں کوئی اسلام قبول کرتا بھی تو برضا ورغبت اور اسلامی تعلیمات اور مسلمانوں کی سیرت و کردار سے متاثر ہو کر (اور ایسا بہت کثرت سے ہوتا تھا) لیکن بہرحال مسلمانوں کی طرف سے ان سے کوئی مطالبہ اپنے سابقہ دین کو چھوڑنے کا نہ ہوتا تھا (لِیَهْلِکَ مَنْ هَلَکَ عَنْ بَیِّنَةٍ وَّیَحْیٰ مَنْ حَیَّ عَنْ بَیِّنَةٍ۔ ترجمہ: تاکہ ہلاک ہو جس نے ہلاک ہونا ہے حق واضح ہونے کے بعد اور جی اٹھے جس نے جی اٹھنا ہے حق واضح ہونے کے بعد) (الانفال)

لہذا فقہاء نے ان دو اہم وجوہات کی بناء پر ان اہل ذمہ کے احکام بہت تفصیل سے بیان کئے ہیں چنانچہ فقہاء نے اسلامی ریاست پر ان کے جن بنیادی حقوق کے تحفظ کی ذمہ داری احکامِ شرع کی روشنی میں عائد کی ہے وہ یہ ہیں:

۱۔ جان کا تحفظ، ۲۔ مال کا تحفظ، ۳۔ عزت وآبرو کا تحفظ، ۴۔ ان کے علاقوں کا تحفظ و دفاع، ۵۔ ان کے شخصی و عائلی قوانین کا تحفظ، ۶۔ ان کو اپنے مذہبی معاملات میں مکمل آزادی، ۷۔ ان کے بوڑھوں، کمزوروں، بیروزگاروں اور یتیموں کے لئے بیت المال سے وظائف (گذارہ الاؤنس) کا اجراء۔

اوران مذکورہ بالا تمام حقوق میں وہ دارالاسلام کے مسلمان شہریوں کے مساوی قرار دیئے گئے ۔اس کے بدلے میں اسلامی ریاست ان سے صرف ان چیزوں کا مطالبہ کرتی ہے۔

ا۔وہ اسلامی ریاست کے وفادار رہیں گے ۔۲۔وہ اسلامی شریعت اور نظام کی بالا دستی قبول کرینگے ۔۳۔وہ ریاست کے مالی مطالبات (جزیہ) پابندی سے ادا کرینگے ، اوران مطالبات میں بھی بچوں ، بوڑھوں ، کمزوروں، ناداروں اور مذہبی لوگوں کو شریعت مستثنیٰ قرار دیتی ہے، یہ ہے حقیقی انسانی حقوق کا عالمی منشور۔

لمحہ فکریہ: آج پوری دنیا میں انسانی حقوق کا ڈھنڈورا پیٹا جا رہا ہے بین الاقوامی سطح پر اقوامِ متحدہ (UNO) کے فورم سے بنیادی انسانی حقوق کا چارٹر ساری دنیا میں نافذ ہے اور تمام ممبر ممالک اس پر عمل درآمد کے پابند ہیں لیکن عملاً حقیقت یہ ہے کہ چند بڑی سامراجی طاقتیں اس انسانی حقوق کے چارٹر کی آڑ میں امتِ مسلمہ کو بلیک میل کرتی ہیں ۔ساری دنیا میں مسلمانوں کے خون میں ان کے ہاتھ رنگے ہوئے ہیں ، اور مسلمانوں کے مفادات سے یہ کھیل رہے ہیں اس پر پوری عالمی برادری گونگی بہری بنی ہوئی ہے لیکن جہاں کسی مسلمان ملک میں عوامی یا سرکاری سطح پر جرم وسزا کے کسی شرعی یا قانونی تعزیر یا ضابطے پر عمل ہوجائے تو انسانی حقوق کی نام نہاد تنظیمیں ، انٹرنیشنل میڈیا اور ساری مغربی دنیا چیخ اٹھتی ہے ۔فیاللعجب !

لیکن قصور تو اپنا ہی ہے نہ ہم اپنے رب اور اپنے دین سے منہ موڑ کر مغرب کو اپنا امام بناتے اور نہ یہ روزِ بد ہمیں دیکھنے پڑتے کہ اپنی پوری زندگی مغرب کے طرز پر ڈھال کر بھی آج ہم مغربی سامراج کی نظر میں معتوب ہیں اور ان کی آنکھوں میں کانٹے کی طرح کھٹکتے ہیں

کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ہم اپنے ماضی کی طرف پلٹیں اپنے بزرگوں اور سلف صالحین کی طرح دین اسلام کا آفاقی پیغام لے کر اٹھیں اور ساری دنیا پہ چھا جائیں امت کے دکھوں کا مداوا کریں اور پھر بھٹکی ہوئی انسانیت کی بے چین روح کو حقیقی امن اور سکون عطا کریں کہ آج دنیا میں یہی جنس سب سے زیادہ ناپید ہے کیا اب بھی وہ وقت نہیں آیا کہ پچاس سے زیادہ مسلمان سلطنتیں امام محمد کی کتاب السیر کو اپنی خارجہ پالیسی کی بنیاد بنالیں جس طرح کہ خلافت عباسیہ نے بنائی ۔سلطنت عثمانیہ ترکیہ نے بنائی ، ایک ہزار سال تک ایشیا وافریقہ کی اسلامی امارات نے بنائی ۔تاکہ امت کے حقوق بھی بحال ہوجائیں اور ساری انسانیت کے حقوق حقیقی معنوں میں بحال ہوجائیں ۔

تا خلافت کی بنا ہو پھر جہاں میں استوار   لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا چراغ

تذکرۂ اولیاء مولوی طارق محمود

اولیاءکرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

حضرت عروہ بن زبیر رحمہ اللہ (قسط ۱)

ابھی سن ہجری کی پہلی صدی چل رہی تھی، حضور ﷺ کا وصال ہو چکا تھا، اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا دور تھا، مکہ مکرمہ میں خانہ کعبہ کے رکنِ یمانی کے قریب چار حضرات بیٹھے آپس میں آہستہ آواز سے باتیں کر رہے تھے، اچانک ان میں سے ایک صاحب نے اونچی آواز میں کہا کہ آؤ آج ہم اپنی دِلی تمناؤں کا اپنے رب کے حضور اظہار کریں اور سب اس پر آمین کہیں۔

اس بات پر سب حضرات غور وفکر میں ڈوب گئے، یہ حضرات عبداللہ بن زبیر، مصعب بن زبیر، عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہم اور عبدالملک بن مروان تھے، سب سے پہلے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بولے: ''میری تمنا یہ ہے کہ میں کسی دن حجاز کا امیر ہو جاؤں اور خلافت کا تاج میرے سر پر رکھا جائے'' سب نے ان کی دعا پر آمین کہی۔ اس کے بعد حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''میری تمنا یہ ہے کہ میں کوفہ وبصرہ (عراق) کا حاکم بنایا جاؤں اور اس بارے میں خاندان کا کوئی شخص اختلاف نہ کرے'' سب نے آمین کہی۔ پھر عبدالملک بن مروان نے کہا ''جب تم دونوں کی یہ دعا ہے تو میری تمنا یہ ہے کہ میں روئے زمین کا بادشاہ بن جاؤں اور امیر معاویہ بن ابی سفیان کے بعد خلافت مجھ کو مل جائے'' سب نے آمین کہی۔ ان تینوں کی اظہارِ تمنا کے بعد حضرت عروہ خاموش بیٹھے رہے اور کچھ نہ کہا، ساتھیوں نے کہا اے عروہ تم بھی اپنی تمنا کا اظہار کرو خاموش کیوں ہو؟

عروہ رحمہ اللہ نے کہا اللہ تمہاری تمناؤں کو قبول کرے اور اس میں برکت دے ''میری تو تمنا یہ ہے کہ میں عالم باعمل ہو جاؤں اور لوگ مجھ سے کتابُ اللہ، سنتِ رسول اور احکامِ دین کا علم حاصل کریں اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کے ساتھ جنت کا انعام پاؤں'' سب نے اس پر آمین کہی اور سلام ومصافحہ کر کے سب رخصت ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ کا کرنا ایسا ہوا کہ ان سب کی دعائیں قبول ہو گئیں اور ان کی دلی تمنائیں پوری ہو گئیں، یزید کی وفات کے بعد مسلمانوں نے حجاز وعراق میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ تسلیم کر لیا اگر چہ

ان کی خلافت کچھ زیادہ عرصہ نہ چلی اور حرم شریف میں اسی مقام کے قریب جہاں انہوں نے یہ دعا کی تھی حجاج بن یوسف کی فوجوں نے ان کو شہید کر دیا، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد اہلِ عراق نے ان کے بھائی مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ تسلیم کر لیا اس طرح ان کی دعا بھی حسبِ تمنا پوری ہوگئی، لیکن بہت جلد ان کی بھی شہادت ہوگئی۔

تیسرے نوجوان عبدالملک بن مروان اپنے باپ مروان بن الحکم کی وفات کے بعد خلافت کے لئے نامزد ہوئے جن کی حکومت سپین سے لے کر سندھ تک تھی اور ان کا شمار دنیا کے عظیم بادشاہوں میں ہوا۔

عروہ رحمہ اللہ کی دعا بھی حسبِ تمنا اللہ تعالیٰ نے اس طرح پوری کی کہ آپ کو مدینہ منورہ کے ''فقہاء سبعہ'' میں شمار کیا جانے لگا (اس زمانے میں مدینہ منورہ میں سات علماء کو ''فقہاء سبعہ'' کہا جاتا تھا، جن کا فتویٰ اسلامی دنیا میں نافذ تھا ان کے نام یہ ہیں (۱) عبید اللہ بن عبد اللہ (۲) عروہ بن زبیر (۳) قاسم بن محمد بن ابی بکر (۴) سعید بن المسیب (۵) ابوبکر بن عبدالرحمٰن المخزومی (۶) خارجہ بن زید (۷) سلیمان بن یسار)

حضرت عروہ کے والد گرامی زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ تھے (جو ''نقیب رسول اللہ'' کے لقب سے پہچانے جاتے تھے اور سب سے پہلے اُنہوں نے اسلام کی سربلندی کے لئے تلوار اٹھائی، اور اُن کا شمار ان دس ''بدری'' صحابۂ کرام میں ہوتا ہے جن کو دنیا ہی میں جنت کی بشارت دے دی گئی تھی) حضرت عروہ کی والدہ محترمہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا تھیں (جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بڑی صاحبزادی تھیں اور حضور ﷺ نے ان کو ''ذات النطاقین'' کا لقب عنایت کیا تھا) آپ کے نانا صاحب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے، دادی صاحبہ حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب تھیں جو حضور ﷺ کی پھوپھی تھیں، خالہ صاحبہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تھیں، دو بھائی (حضرت عبداللہ بن زبیر و حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہم) حضور ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے تھے، ایسی خاندانی شرافت وعزت خوش قسمت حضرات کو ہی نصیب ہوتی ہے۔

حضرت عروہ کے استاذوں میں حضرت علی بن ابی طالب، عبدالرحمٰن بن عوف، زید بن ثابت، ابوایوب انصاری، اسامہ بن زید، سعید بن زید، ابو ہریرہ، عبداللہ بن عباس، نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہم جیسے جلیل القدر صحابہ شامل ہیں، خاص طور پر آپ نے اپنی خالہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے احادیثِ رسول کا ایک بہت بڑا حصہ پایا۔ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات سے چار

پانچ سال پہلے ان کی ساری حدیثیں محفوظ کرلی تھیں، اگر ان کا انتقال اسی وقت ہوگیا ہوتا، تو مجھے ان کی کسی حدیث کے باقی رہ جانے کا افسوس نہ ہوتا کیونکہ ان کی ساری احادیث میرے سینے میں محفوظ ہوچکی تھیں۔

خلیفہ سلیمان بن عبدالملک کی وفات کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ خلیفہ مقرر ہوئے تو آپ نے مدینہ منورہ کے فقہاء سے ملاقات کی جن میں سرِ فہرست عروہ رحمہ اللہ تھے، ان حضرات کے سامنے خلیفہ نے اس طرح خطاب کیا:

> آپ حضرات کو یہ زحمت دینے کے لئے حاضر ہوا ہوں کہ امورِ خلافت میں آپ بھی حصہ لیں، یہ مشکل ذمہ داری مجھ سے اکیلے نہیں سنبھالی جائے گی، آپ میرے مددگار ہوں تو اللہ تعالیٰ کی توفیق سے میں اس ذمہ داری کو اچھی طرح ادا کروں گا، میں نہیں چاہتا کہ صرف اپنی رائے سے فیصلہ کروں یا کسی کی رُو رعایت کروں، اگر آپ دیکھیں کہ کسی پر ظلم ہو رہا ہو یا میرا کوئی عامل (حاکم) ظلم کررہا ہو تو میں آپ حضرات کو اللہ کا واسطہ دے کر درخواست کرتا ہوں کہ مجھے اس کی اطلاع دی جائے۔

حضرت عروہ نے سب کی طرف سے ان کا شکریہ ادا کیا اور دُعا دی اور آخری عمر تک امورِ سلطنت میں خلیفہ کو نیک اور مفید مشورے دیتے رہے۔

عروہ رحمہ اللہ اکثر روزے رکھا کرتے تھے، رات کا اکثر حصہ عبادت میں گزارتے تھے ہر وقت زبان پر اللہ تعالیٰ کا ذکر جاری رہتا تھا، قرآن مجید کی تلاوت کا یہ معمول تھا کہ روزانہ قرآن مجید کا ایک چوتھائی حصہ تلاوت کیا کرتے تھے پھر اسی حصے کو رات کو نمازوں میں تلاوت کیا کرتے تھے ان کا یہ معمول جوانی کے آغاز سے لے کر وفات تک جاری رہا، سوائے ایک دن کے کبھی ناغہ نہیں ہوا وہ بھی ایک حادثے کی وجہ سے ہوا (جس کی تفصیل آگے آرہی ہے)

آپ کے مزاج میں بے پناہ سخاوت اور خیر خواہی تھی، علم کے ساتھ ساتھ مال بھی کثرت سے خرچ کیا کرتے تھے، مدینہ منورہ میں ان کا ایک طویل باغ تھا جس میں ہر قسم کے پھل لگتے تھے، پھلوں کے آغاز کے زمانے میں اس کی خوب حفاظت کیا کرتے تھے، لیکن جب باغ کے پھل پک جاتے تو اس کے چاروں دروازے عام لوگوں کے لئے کھول دیا کرتے تھے، شہر کے غریب لوگ بے تکلف پھل توڑ توڑ کر اپنے گھر لے جایا کرتے تھے، ہر سال یہ معمول جاری رہتا تھا۔

(جاری............)

پیارے بچو! انیس احمد حنیف

ملک وملت کے مستقبل کی عمارت گری وتربیت سازی پر مشتمل سلسلہ

اچھا بچہ بننے کے گُر (قسط ۱)

پیارے بچو!......آپ نے اکثر اپنے بڑوں کو یہ کہتے ہوئے سُنا ہوگا کہ تمہیں اچھا بچہ بننا ہے، گندا بچہ نہیں بننا......آج ہم آپ کو اچھا بچہ بننے کے گُر بتائیں گے......یعنی وہ باتیں جن پر عمل کر کے آپ اچھے بچے بن جائیں گے اور جب آپ حقیقی معنوں میں اچھے بچے بن جائیں گے تو سب لوگ آپ سے پیار کریں گے ......اور آپ کو پتہ ہے کہ دنیا میں دعا کے بعد سب سے قیمتی چیز جو کوئی شخص کسی دوسرے کو دے سکتا ہے وہ پیار ہی تو ہے بلکہ دعا جیسی قیمتی ترین چیز بھی انہی کو دی جاتی ہے جن سے کسی درجے میں بھی پیار ہو۔تو جب آپ ہمارے بتائے ہوئے ان اصولوں پر عمل کر کے اچھے بچے بن جائیں گے تو سب لوگ نہ صرف آپ کو اچھا جانیں گے بلکہ دوسرے بچوں کو بھی آپ کی مثال دیں گے کہ دیکھو ایسے بچے بنو جیسا وہ بچہ ہے۔

اچھا بچہ بننے کے لئے سب سے پہلا کام جو آپ کو کرنا ہے وہ یہ کہ......اپنا کام خود کرنے کی عادت پیدا کیجئے......یادرکھئے کہ جو لوگ اپنے کام دوسروں سے کروانے کے عادی ہوں لوگ انہیں بوجھ محسوس کرتے ہیں اور ایسے لوگوں کو کوئی بھی پسند نہیں کرتا......اب اگر آپ یہ سوچ رہے ہوں کہ ہم تو اپنے کام دوسروں سے نہیں کرواتے......تو میں یہاں آپ کو یہ بتا تا چلوں کہ دوسروں سے میری مراد آپ کے علاوہ ہر شخص ہے......چاہے وہ آپ کی امی ہوں یا بہن بھائی......آیئے اب ہم آپ کو کچھ ایسے کاموں کی مثالیں دیتے ہیں جو اکثر بچے خود نہیں کرتے لیکن آپ کو اچھا بچہ بننے کے لئے ان کاموں کو خود ہی کرنا ہوگا۔

مثلاً آپ کھیل کر آئے ہیں......یا سکول سے آئے ہیں......یا ویسے ہی گھر میں بیٹھے بیٹھے آپ کو پیاس لگی ہے اور آپ پانی پینا چاہتے ہیں......تو ہرگز اپنی امی یا بہن بھائیوں یا کسی بھی دوسرے شخص سے نہ کہئے کہ وہ آپ کو پانی لا کر دیں...... بلکہ خود اُٹھئے اور گھر میں جہاں گلاس رکھے ہوں وہاں سے گلاس اٹھایئے...... اس میں پانی ڈالئے اور اطمینان سے بیٹھ کر......بسم اللہ پڑھ کر......کم از کم تین سانس میں پانی پیجئے...... پانی پی کر......الحمدللہ پڑھئے......اور گلاس کو ہلکا سا کھنگال کر اُسی جگہ دوبارہ رکھ دیجئے......گلاس اٹھانے سے پہلے بھی کوشش کیجئے کہ آپ کے ہاتھ صاف ہوں تاکہ گلاس باہر سے پکڑنے سے گندا نہ ہو جائے......

Idara Ghufran

اگر ہاتھ گندے ہوں تو بہتر ہے کہ پہلے ہاتھ دھولیں ......لیکن اگر ایسا نہ کرسکیں تو گلاس کو استعمال کے بعد دھونے والے برتنوں میں رکھ دیجئے تا کہ گندا گلاس دُھلے ہوئے برتنوں میں مل نہ جائے اور دوسرے شخص کے لئے (جس نے بعد میں پانی پینا ہو) تکلیف کا باعث نہ بنے۔

رات کو اپنا بستر خود بچھایئے ......اگر آپ اپنی امی، ابو یا کسی اور بہن بھائی کے ساتھ سوتے ہوں تو بھی اپنا تکیہ اور چادر خود سیدھی کیجئے ......اور صبح اُٹھ کر سب سے پہلا کام یہی کیجئے کہ اپنا بستر خود اُٹھایئے ......اوپر اوڑھنے والی چادر کو خود تہہ کر کے اُس کی مقررہ جگہ پر رکھئے ......تکیہ سیدھا کیجئے اور بستر پر بچھی چادر پر اگر سلوٹیں پڑ گئیں ہوں تو اُسے بھی سیدھا کر دیجئے۔

اپنے جوتے خود صاف کرنا بہت اچھی عادت ہے...... یہ کام ہمیشہ خود کیجئے ......جن جوتوں کے ساتھ آپ جرابیں پہنیں تو واپس آ کر جرابوں کو اِدھر اُدھر پھینکنے کی بجائے خود ہی اپنے جوتوں اور جرابوں کو مقررہ جگہ پر رکھ دیجئے ......اسی طرح صبح جاتے وقت بھی اپنی گھر کی چپل وہیں نہ چھوڑ جایئے جہاں اُتاری ہو بلکہ اُسے بھی اُس کی مقررہ جگہ پر خود ہی رکھ کر سکول یا مدرسہ جایئے۔

سکول سے گھر آ کر اپنے کپڑے تبدیل کر کے یونیفارم کو سلیقے سے مقررہ جگہ پر ٹانگیئے یا رکھئے اور یہ کام اپنی امی یا بہنوں کے لئے نہ چھوڑ دیجئے ......اسی طرح صبح سکول جاتے وقت جب اپنا یونیفارم پہنیں تو اپنے گھر کے لباس کو سلیقے سے مقررہ جگہ پر رکھئے یا ٹانگ دیجئے ......اسی طرح جب سکول کا کام گھر پر کرنے کے لئے بیٹھیں تو کبھی کسی دوسرے سے اپنا بستہ یا کاپیاں وغیرہ نہ منگوایئے بلکہ خود ہی تمام ضروری چیزیں لے کر بیٹھئے تا کہ کام کے دوران بھی پنسل چھیلنے یا ربڑ لینے کے لئے دوسروں کو آواز نہ دینی پڑے۔

جب کھانے کا وقت ہو تو دستر خوان پر بیٹھ کر انتظار کرنے کی بجائے باورچی خانہ میں جا کر امی یا بہنوں سے خود ہی کھانے کی چیزیں وغیرہ لے کر آیئے اور کھانا کھانے کے بعد بھی اپنے برتن وغیرہ خود ہی اُٹھا دیجئے

پیارے بچو...... یہ تو چند مثالیں ہیں......ان پر تو آپ نے عمل کرنا ہی ہے......لیکن جب آپ ان باتوں پر عمل کرنے لگیں گے تو آپ خود دیکھیں گے کہ آپ کو کچھ اور ایسے کام بھی نظر آئیں گے جو آپ خود کر سکتے ہیں لیکن دوسروں سے کرواتے ہیں......بس اپنا ہر کام خود کرنے کا اصول اپنا لیجئے ...... پھر دیکھئے کہ گھر میں سب کی نظر میں آپ کی اہمیت اور آپ کا پیار کتنا بڑھتا ہے.................(جاری ہے......)

بزمِ خواتین مولانا محمد امجد

خواتین سے متعلق بنیادی شرعی احکام اور اصلاحی مضامین کا سلسلہ

● عیدالاضحیٰ کے موقعہ پر خواتین سے چند باتیں

معزز خواتین! عیدالاضحیٰ دراصل عیدالفطر کے بعد خوشی کا دوسرا تہوار ہے جو ہمارے رب نے ہمیں عطا فرمایا ہے اور ہمارے دین کا حصہ ہے، اس موقعہ پر مسلمان حرم شریف میں اسلام کا اہم فریضہ حج ادا کرتے ہیں۔ اور دنیا بھر کے مسلمان اس دن جانور کی قربانی کر کے سنت ابراہیمی کو زندہ کرتے ہیں، ابراہیم علیہ السلام کو بطور امتحان اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیٹے کو قربان کرنے کا حکم ملا، آپ بغیر کسی حیل وحجت کے حکم ربانی کو سر آنکھوں پر رکھ کر اس کی بجا آوری کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے، بیٹے کو حکم ربانی اور اپنے ارادے سے آگاہ کیا، بیٹے کی رگوں میں بھی ابراہیمی خون دوڑ رہا تھا، بلاچوں وچرا حکمِ ربانی پر سرِ تسلیم خم کیا، ؎ سرِ تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے۔

اس واقعہ سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ ہمارے جسم وجان، اولاد اور تمام چیزوں کے مالک اللہ تعالیٰ ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ کو پورا اختیار ہے کہ ہم سے کسی بھی چیز کا مطالبہ کریں، اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسلامی شریعت کی صورت میں جو دین عطا فرمایا ہے وہ اسی ملتِ ابراہیمی کا تسلسل ہے جو انسان کو اپنی زندگی کا ایک ایک سانس اپنے رب پر فدا کرنے کی تعلیم دیتا ہے، ہمارے آقا حضور نبی کریم ﷺ کی پوری زندگی اسی طرزِ عمل کا نمونہ تھی، اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں آپ ﷺ کے ذریعے امت کو بھی اسی بات کا حکم دیا ہے،

قُلْ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

ترجمہ: آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ رب العالمین کے لئے ہے۔

اسی کو ایک بزرگ نے شعر میں یوں بیان فرمایا ہے: ؎

میری زندگی کا ہر لمحہ ہے وقفِ غمِ جاناں میری زیست کا ہے حاصل یہی سب سے بڑا سامان

اس لئے شریعت مطہرہ کی شکل میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں زندگی گزارنے کا جو طریقہ بتلایا ہے اور احکام عطا فرمائے ہیں، ہم زندگی کے ہر ہر عمل میں ان کی اتباع کریں، اس طرح ہم اللہ تعالیٰ کی قربت، محبت اور

Idara Ghufran

رضامندی کا مقام حاصل کرنے میں کامیاب ہوجائیں گے، احکام شرع کی بجا آوری میں ایک بڑی رکاوٹ جہالت اور احکام شرع سے لاعلمی ہے، بعض دفعہ آدمی بہت شوق اور محنت سے اللہ کی رضا کا کوئی کام اور شریعت کا کوئی حکم پورا کرنا چاہتا ہے لیکن مسئلہ سے صحیح واقفیت نہ ہونے کی وجہ سے وہ دین کے بتلائے ہوئے طریقے پر عمل نہیں کر پاتا جس کی وجہ سے اس کی محنت رائیگاں چلی جاتی ہے، خاص طور پر خواتین کی حالت اس معاملہ میں زیادہ قابلِ رحم ہے، اس لئے حسبِ موقعہ خواتین سے متعلق عید کے چند ضروری مسائل یہاں ذکر کیے جاتے ہیں۔

تکبیرِ تشریق

۹ / ذی الحجہ کی فجر سے لے کر ۱۳ / ذی الحجہ کی عصر کی نماز تک ہر فرض نماز کے بعد ایک مرتبہ تکبیرِ تشریق پڑھنا خواتین پر بھی واجب ہے، خواتین اس سلسلہ میں بہت کوتاہی کرتی ہیں، بیشتر خواتین کو تو اس مسئلہ کا پتہ ہی نہیں، حالانکہ واجب عمل کو بلاعذر چھوڑ دینا بڑا گناہ ہے، تکبیرِ تشریق یہ ہے:۔

”اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ“

عید کی نماز خواتین پر واجب نہیں

عید کی نماز مسلمان عاقل، بالغ، آزاد، صحت مند، مقیم مرد پر واجب ہے، خواتین پر عید کی نماز واجب نہیں اور نہ ہی عید کی نماز بغیر جماعت کے ادا ہوتی ہے، اس لئے خواتین کو نہ گھر میں عید کی نماز پڑھنے کی ضرورت ہے اور نہ عیدگاہ و مسجد جانے کی ضرورت ہے۔

عید کی نماز ہوجانے سے پہلے نفل نماز پڑھنے کا حکم

فجر کے بعد عید کی نماز ہونے سے پہلے خواتین اور مرد حضرات کو کوئی نفل پڑھنا مکروہ ہے، البتہ عید کی نماز کے بعد خواتین اور مرد حضرات کو گھر میں نفل نماز پڑھنا جائز ہے۔ لیکن قضاء نماز عید کی نماز ہونے سے پہلے گھر میں پڑھی جاسکتی ہے، مگر عید کے مبارک دن کی سب سے پہلی نماز یعنی فجر کو قضاء کر دینا زیادہ شدید گناہ ہے۔

قربانی خواتین پر بھی واجب ہے

قربانی، مقررہ شرائط کے ساتھ جس طرح مردوں پر واجب ہے اسی طرح انہی مقررہ شرائط کے ساتھ خواتین پر بھی واجب ہے، بعض ظاہر بین سمجھتے ہیں کہ عورت پر کسی حال میں قربانی واجب نہیں جو سراسر غلط فہمی ہے۔ حضور ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا تھا، یَا فَاطِمَۃُ قُوْمِیْ اِلٰی اُضْحِیَتِکِ

فَاشْهَدِيهَا ۔ترجمہ، اے فاطمہ! جاؤ اپنی قربانی پر حاضری دو۔ (الترغیب والترھیب ج۲ص۹۹) اورحضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ظاہر ہے کہ خاتون تھیں۔

خواتین کا ذبح کرنا

خواتین اگر صحیح طرح جانور کو ذبح کرنا جانتی ہوں اور وہ جانور کوٹھیک طریقہ پر ذبح کر دیں تو جائز ہے اور کوئی گناہ نہیں، بلکہ اپنی قربانی کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا افضل ہے۔بعض لوگ عورت کا جانور کو ذبح کرنا غلط سمجھتے ہیں، یہ صحیح نہیں۔

ذبح کے وقت خواتین کا اپنی قربانی کے پاس باپردہ حاضر رہنا

اگر خواتین خود ذبح نہ کریں تو کم ازکم اپنی قربانی ذبح ہونے کے وقت باپردہ طریقہ پر قریب میں حاضر رہنے کا موقعہ ہوتو اُن کو ذبح کے وقت قریب میں حاضر رہنا بہتر ہے، جیسا کہ نبی علیہ السلام کے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو مذکورہ بالا ارشاد سے واضح ہوتا ہے۔

خواتین کا غیرضروری وفضول کاموں میں حد سے زیادہ انہماک

عید مسلمانوں کے لئے خوشی کا موقعہ ہے لیکن اس خوشی کی شریعت نے خود حدود مقرر کر کے اس کو عبادت کا جزو بنا دیا ہے، لہٰذا جو کام شریعت میں منع و ناجائز ہیں ان پر عید کی خوشی کا لیبل لگانے سے وہ جائز نہ ہو جائیں گے بلکہ اُلٹا ''نیکی برباد گناہ لازم'' کا مصداق بنیں گے، غیر شرعی بناؤ سنگھار، بے پردگی، مردوں عورتوں کا اختلاط، گانا بجانا وغیرہ اور اسی طرح خواتین کا کھانے پکانے، کھلانے پلانے میں حد سے زیادہ انہاک کہ نماز، تلاوت ذکر اور دیگر دینی اُمور سے بالکل غفلت ہو جائے یہ بڑی محرومی کی بات ہے، خصوصاً عید کی رات بہت فضیلت کی رات ہے، اور اس رات میں کسی بھی نیک عمل پر بے حد وحساب اجر اللہ تعالیٰ عطا فرماتے ہیں اس لئے فضول مشاغل سے بچ کر اس دن کی قدر کرنی چاہئے۔خواتین عید کے دن اپنے آپ کو کھانے پکانے اور دوسرے گھریلو معاملات میں اتنا منہمک اور مصروف کر لیتی ہیں کہ ان کے پاس عبادت اور ذکر وتلاوت وغیرہ کا وقت ہی نہیں رہتا، خواتین کا یہ طرزِعمل قابل اصلاح ہے۔

خواتین کا کپڑے نہ بدلنا اور مسواک وغیرہ نہ کرنا

عید کے دن بہت سے احکام مرد اور عورتوں میں مشترک ہیں البتہ کچھ چیزوں کا تعلق صرف مردوں سے ہے خواتین کے لئے عید کے دن صبح سویرے جلدی اٹھنا، شریعت کے موافق آرائش کرنا، غسل کرنا، فاضل بال

اورناخن وغیرہ صاف کرنا (بشرطیکہ قربانی کا ارادہ نہ ہو ورنہ قربانی سے پہلے بال اور ناخن وغیرہ نہ کاٹے جائیں) مسواک کرنا، پاک صاف عمدہ لباس پہننا، خواتین کو ہلکی پھلکی خوشبو لگانا یہ سب چیزیں سنت ومستحب ہیں، خواتین ان چیزوں کو مرد حضرات سے متعلق سمجھتی ہیں، نہ اس دن مسواک کا اہتمام کرتیں اور نہ ہی ناخن وغیرہ کاٹنے کا، اور خواتین میں ایک کوتاہی یہ پائی جاتی ہے کہ وہ دن بھر میلے کچیلے لباس میں رہتی ہیں اور کہیں جانا ہوتو اچھا لباس پہنتی ہیں، حالانکہ اچھا لباس عید کا دن ہونے کی وجہ سے پہننا چاہئے نہ کہ کسی دوسرے کو دکھلانے کے لئے۔

خواتین کا قبرستان جانا

فتنوں اور خرابیوں کی وجہ سے عام دنوں میں بھی خواتین کا قبرستان جانا جائز نہیں، گھر سے ہی اپنے مرحومین کو ایصالِ ثواب کرتی رہا کریں اور عید کے دن بھی یہی حکم ہے، بلکہ اس لحاظ سے تو عید کے دن قبرستان جانے میں زیادہ قباحت ہے کہ شریعت نے عید کے دن قبرستان جانے کی کوئی تعیین وتخصیص نہیں فرمائی جبکہ بہت سے لوگوں نے اس کو عید کا ایک ضروری عمل سمجھ لیا اور نہ جانے کو وہ معیوب خیال کرتے ہیں، اور خواتین خوب اہتمام اور تیاری کر کے جاتی ہیں، اور بہت سی بدعات کا ارتکاب ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام خرابیوں سے ہم سب کو اور ہماری خواتین کو بچنے کی اور صحیح دین پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

حلال جانور کی حرام چیزیں

خواتین کو خاص طور پر معلوم ہونا چاہئے کہ ذبح شدہ حلال جانور کی سات چیزوں کا کھانا حرام ہے، حدیث میں ان کی ممانعت آئی ہے (کتاب الآثار) (۱) بہتا خون (۲) نر کی پیشاب گاہ (۳) خصیتین (یعنی کپورے) (۴) مادہ کی پیشاب گاہ (۵) غدود (۶) مثانہ (۷) پتہ۔ بعض نے حرام مغز کو بھی منع لکھا ہے

ماہنامہ ''التبلیغ'' پر تبصرہ

ماہ ذیقعدہ کا ''التبلیغ'' باصرہ نواز ہوا۔ ماشاء اللہ تمام مضامین خوب ہیں، رسالہ پر اصلاحی اور دعوتی رنگ غالب ہے جو کہ ہمارے حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ کے سلسلے کی خصوصیت ہے، صلوٰۃ التسبیح پر مفتی محمد یونس صاحب کا مضمون بھی مفصل اور محقق ہے، جزاکم وجزاہ اللہ۔ (مولانا) آفتاب عالم (صاحب) فاضل ومتخصص، جامعہ دارالعلوم کراچی۔ حال خادم الطلبہ جامعہ ابوہریرہ، خالق آباد نوشہرہ۔ ۲۳۔۱۱۔۱۴۲۵ھ

آپ کے دینی مسائل کا حل دارالافتاء

میّت کی طرف سے قربانی اور جانور کا دوندا ہونا

سوال: (۱)......اگر قربانی کے بڑے جانور میں کوئی شخص کسی فوت شدہ مسلمان کا حصہ رکھے تو کیا جائز ہے یا نہیں اور اس کے گوشت کا کیا حکم ہے، بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ سارا گوشت صدقہ کرنا ضروری ہے اور حدیث کی کتاب ''ترمذی'' (ج ۱ص۱۸۱) کا حوالہ دیتے ہیں؟

(۲)......جانور کے دو دانت ہونا ضروری ہے یا عمر پوری ہونا کافی ہے؟ محمد عبدالسلام راولپنڈی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب: (۱)......قربانی کرنا بڑے اجر وثواب کا کام ہے یہ ان عبادات میں سے ہے جو حضرت آدم علیہ السلام سے چلی آ رہی ہیں، اور امتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلاۃ والسلام تک ہر ملت و مذہب کا اس پر عمل رہا ہے۔ قرآن مجید کی متعدد آیاتِ کریمہ میں مختلف انداز میں اس عمل کی ترغیب دی گئی ہے، اور کئی احادیث میں اس عمل کے اجر وثواب اور احکام ومسائل کو تفصیل اور اہتمام کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، خود حضور نبی کریم ﷺ ہر سال باقاعدگی کے ساتھ قربانی فرمایا کرتے تھے بلکہ اپنی قربانی کے ساتھ دوسری قربانی اپنی امت کی طرف سے بھی ادا فرمایا کرتے تھے، جس میں امتِ مرحوم کو ثواب کے ساتھ یہ تعلیم دینا بھی تھا کہ اپنی قربانی کے ساتھ دوسروں کی طرف سے (خواہ وہ زندہ ہو یا مرد) قربانی کرنا فضیلت والا عمل ہے، اگرچہ زندہ کی طرف سے قربانی کرنا بھی ثواب کا باعث ہے لیکن زندہ شخص چونکہ ابھی دنیا میں ہے، اور اس کو عمل کرنے کا اختیار موجود ہے اپنے ارادہ سے وہ نیک اعمال کرسکتا ہے، لیکن فوت ہونے والا شخص چونکہ دارالعمل سے نکل چکا ہے، اس کے اپنے اعمال کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے، اور وہ اب ایسے عالم میں ہے جہاں اسے ثواب کی بڑی ضرورت ہے، اس لئے اگر کوئی شخص اپنی واجب قربانی کے علاوہ کسی اور کی طرف سے قربانی کرنا چاہتا ہے، تو اسے چاہئے کہ کسی میت کی طرف سے قربانی کرے، کیونکہ میت کی طرف سے قربانی کرنے کی زیادہ ضرورت وافادیت ہے۔

میت کی طرف سے قربانی کرنے کی مختلف صورتیں ہیں جو درج ذیل ہیں:

(الف)......اگر کوئی شخص فوت ہوتے وقت وصیت کر گیا تھا کہ میری طرف سے قربانی کر دینا تو اس

صورت میں میت کے ورثاء پر لازم ہے کہ اس وصیت کے مطابق مرحوم کی طرف سے قربانی کریں، پھر اگر مرحوم کے ترکہ سے قربانی کی گئی تو ایسی صورت میں اس قربانی کا تمام گوشت زکوٰۃ کے مستحقین میں تقسیم کرنا ضروری ہے، اور ورثاء اگر اپنے مال سے میت کی طرف سے قربانی کریں اگر چہ میت نے وصیت کی ہو تو اس گوشت کا وہی حکم ہے جو اپنی قربانی کے گوشت کا حکم ہے۔

(ب)......اگر بغیر وصیت کے کسی میت کی طرف سے قربانی کی جائے تو اس کی ایک صورت یہ ہے کہ میت کی طرف سے حصہ ڈالا جائے اس صورت میں ایک حصہ ایک ہی شخص کی طرف سے رکھنا بہتر ہے، اور ایک سے زیادہ افراد کی طرف سے بھی جائز ہے۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ قربانی اپنی طرف سے کر کے اس کا ثواب میت کو پہنچایا جائے اس صورت میں ایک قربانی کا ثواب ایک سے زیادہ مُردوں کو بھی بالاتفاق پہنچایا جاسکتا ہے، ان دونوں صورتوں میں بھی گوشت کا حکم عام قربانی کے گوشت کی طرح ہے، سارا گوشت صدقہ کرنا ضروری نہیں، اور ترمذی میں اس گوشت کے صدقہ کرنے کا حکم صرف عبداللہ بن مبارک کے حوالے سے ذکر کیا گیا ہے، جب کہ جمہور فقہاءِ اربعہ کے نزدیک سارا گوشت صدقہ کرنے کی ضرورت نہیں (ملاحظہ ہو تقریر ترمذی ج ٢)

(٢)......قربانی کے جانوروں کے لئے شریعت کی طرف سے ایک عمر کی حد مقرر کر دی گئی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ عمر اس سے کم نہیں ہونی چاہئے، اگر چہ زیادہ ہو چنانچہ: اونٹ، اونٹنی کی عمر کم از کم پانچ سال، گائے، بیل، بھینس، بھینسے کی عمر دو سال اور باقی جانوروں (بکرا، بکری، دنبہ، دنبی، مینڈھا، بھیڑ) کی عمر ایک سال ہونا ضروری ہے۔ بھیڑ یا دنبہ چکتی دار ہو یا بے چکتی اگر چھ ماہ یا زیادہ کا ہو اور اس قدر صحت مند، موٹا تازہ ہو کہ دیکھنے میں پورے سال کا معلوم ہوتا ہو جس کی پہچان یہ ہے کہ اگر سال کی بھیڑوں، دنبوں میں چھوڑ دیا جائے تو دیکھنے والا ان میں عمر کا فرق نہ کر سکے تو سال سے کم عمر ہونے کے باوجود اس کی قربانی جائز ہے، اور اگر چھ ماہ سے کم عمر ہو تو کسی صورت میں قربانی درست نہیں خواہ بظاہر کتنا ہی بڑا اور صحت مند ہو (شامی، امداد الفتاویٰ، احسن الفتاویٰ)

جب شریعت کی طرف سے عمر کا پورا ہونا ہی اصل ہے تو عمر پوری ہونے کے بعد اس سلسلہ میں کسی اور چیز کی ضرورت نہیں، جانور کا دو دانت (یعنی دوندا) ہونے کی اصل وجہ بھی عمر کے پوری ہونے کو معلوم کرنا ہوتا ہے، یہ نہیں کہ خاص دوندا ہونا اپنی ذات میں بھی شریعت نے ضروری قرار دیا ہو لہٰذا اگر جانور کی عمر

پوری ہونے کا علم کسی اور معتبر ذریعہ سے ہوگیا ہو، مثلاً یہ کہ جانور اپنے سامنے پیدا ہوا تھا، یا کسی اور معتبر ذریعے سے اس کی عمر پوری ہونے کی تصدیق ہو جائے تو ایسے جانور کی قربانی کرنا جائز ہے۔

بعض اوقات عمر پوری ہونے سے پہلے بھی جانور دوندا ہوسکتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ عمر پوری ہونے پر بھی دوندانہ ہوا ہو۔ آب وہوا، غذاء اور نسل وغیرہ کے فرق سے دوندا ہونے کی تقدیم وتاخیر ممکن ہے اور دوندا ہونا بذاتِ خود معیار نہیں بلکہ صرف ایک پہچان کے درجہ میں ہے (فتاویٰ محمودیہ ج۱۱ص ۳۲۴، احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۵۲۰، فتاویٰ رحیمیہ ج ۳ ص ۱۸۷)

(۱) فرع من ضحی عن المیت یصنع کما یصنع فی اضحیة نفسه من التصدق والاکل والاجر للمیت والملک للذابح قال الصدر والمختار انه ان بامر المیت لا یأکل منها والا یأ کل منهابزازیه وسیذ کره فی النظم (شامی ج۶ ص ۳۲۶)

(۲) وفی الدر: وعن میت بالامرالزم تصدقا، والا فکل منها وهذا المخیر، وفی الشامیة: (قوله عن میت) ای لو ضحی عن میت وارثه بامره الزمه بالتصدق بها وعدم الاکل منها، وان تبرع بها عنه له الاکل لانه یقع علی ملک الذابح والثواب للمیت (رد المحتار ج۶ ص ۳۳۵، کتاب الاضحیه)

(۳) ولو ضحی عن میت من مال نفسه بغیر امر المیت جاز وله ان یتناول منه ولایلزمه ان یتصدق به لانها لم تصر ملکا للمیت بل الذبح حصل علی ملکه ولهذا لو کان علی الذابح اضحیة سقطت عنه، وان ضحی عن میت من مال المیت بامر المیت یلزمه التصدق بلحمه ولا یتناول منه لان الاضحیه تقع عن المیت (فتاویٰ قاضی خان علیٰ هامش الهندیة ج۳ص ۳۵۲، کتاب الاضحیه فصل ثانی)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

محمد یونس ۱۲/۱/ ۱۴۲۵ھ، دارالافتاء والاصلاح، ادارہ غفران، راولپنڈی

الجواب صحیح محمد رضوان ۱۲/۲/ ۱۴۲۵ھ

Idara Ghufran

کیا آپ جانتے ہیں؟ م۔ر۔ن

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

کیا پہلے دن (یعنی دس ذی الحجہ) کو ہی قربانی کرنا ضروری ہے

ہمارے ہاں اکثر لوگ پہلے دن قربانی کرنے کو بہت اہمیت دیتے ہیں اوراس کی وجہ سے کئی مسائل ومصائب میں مبتلا ہوتے ہیں، حالانکہ شریعت نے قربانی کے تین دن رکھے ہیں یعنی دس، گیارہ اور بارہ ذی الحجہ۔ عام طور پر پہلے دن قربانی کی وجہ سے شہروں میں درج ذیل مسائل پیدا ہوتے ہیں:

(۱)...... پہلے دن جلدی قربانی کی وجہ سے بہت سے لوگ عیدالاضحیٰ کی نماز چھوڑ دیتے ہیں، یا اطمینان کے ساتھ نماز ادانہیں کرتے (۲)...... پہلے دن شہروں میں قصائی بآسانی دستیاب نہیں ہوتے (۳)...... پہلے دن قصابوں کی مصروفیات زیادہ ہونے کی وجہ سے وہ قربانی کا گوشت صحیح طرح نہیں بناتے، گوشت اور ہڈیوں کے بڑے بڑے حصے چھوڑ دیتے ہیں یا ہڈیوں کا چورا کردیتے ہیں اور جلدی کی خاطر کھال وغیرہ میں بھی سوراخ وغیرہ کر کے اس کی مالیت کم کردیتے ہیں، جس سے کھال کے مستحقین کا نقصان ہوتا ہے، اوراس گوشت کو قابل استعمال بنانے کے لئے گھر کی خواتین کو سخت مصیبت پیش آتی ہے اور بہت سا وقت خرچ ہوتا ہے، سالن وغیرہ میں باریک باریک ہڈیاں شامل ہوجانے کی وجہ سے کھانے میں دشواری پیش آتی ہے (۴)...... پہلے دن قصابوں کی اجرت بہت زیادہ ہوتی ہے، جس کی ادائیگی میں تنگی پیش آتی ہے (۵)...... عام طور پر قصاب کئی کئی جگہ کام مکمل ہونے سے پہلے وعدے کر کے چلے جاتے ہیں اور کام درمیان میں لٹکا دیتے ہیں، جس سے سارے گھر اور قربانی کے شرکاء تکلیف واذیت میں مبتلاء ہوتے ہیں (۶)...... پہلے دن گوشت کی کثرت کی وجہ سے دوسرے اور تیسرے دن کے مقابلہ میں ضرورت مندوں کی تعداد کم ہوتی ہے۔

اور بے شک پہلے دن قربانی کرنا زیادہ فضیلت کا باعث ہے، لیکن شریعت نے تین دن کی جو سہولت دی ہے ضرورت کے وقت اس سے فائدہ اٹھانا چاہئے اور بلاوجہ اپنے آپ کو یا دوسروں کو بے جا مشقت اور تنگی میں نہیں ڈالنا چاہئے۔

بھینس اور کٹے کی قربانی

ہمارے ملک میں اکثر تعداد ان لوگوں کی ہے جو گائے اور بیل (جسے ویڑہا، یا ویڑہی کہتے ہیں) کی قربانی

Idara Ghufran

کرتے ہیں اور اس کے مقابلہ میں بھینس اور کٹے کی قربانی کو اہمیت نہیں دیتے بلکہ بعض لاعلم لوگ تو جائز ہی نہیں سمجھتے ہیں، چنانچہ بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا ہے کہ ان جانوروں کی کھال سیاہ ہوتی ہے اور سیاہ چیز کوئی مبارک اور نیک فال کی نشانی نہیں۔ قیامِ پاکستان سے پہلے ہندوؤں کی طرف سے گائے کے ذبح کرنے پر پابندی تھی اور آج بھی ہندوستان کے اکثر علاقوں میں گائے کا ذبح کرنا جرم ہے (کیونکہ ہندو قوم گائے کی پوجا کرتی ہے اور اس کو اپنا معبود و مسجود سمجھتی ہے) قیام پاکستان کے بعد ہندوؤں کی اس پابندی کی مخالفت کی گئی اور اس کی ضرورت بھی تھی، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس کے مقابلہ میں بھینس اور کٹے کی قربانی کو بالکل ہی ترک کر دیا جائے، ہمارے علاقوں میں بھینس کے بچہ پیدا ہونے کے ساتھ ہی نر ہونے کی صورت میں ذبح کر دیا جاتا ہے اور قصاب عام طور پر اس کا کچا گوشت فروخت کر دیتے ہیں (جو کہ خود صحت کے لئے مضر ثابت ہوا ہے) یا پھر سانڈ بنانے کی غرض سے ایک آدھ نر بچہ زندہ رکھ لیا جاتا ہے۔ جبکہ طبی نقطۂ نظر اور مشاہدہ سے گائے، بیل کے مقابلہ میں بھینس اور کٹے کا گوشت مفید ولذیذ ثابت ہوا ہے اور اس کے مقابلہ میں گائے کا گوشت کئی اعتبار سے صحت کے لئے مضر ثابت ہوا ہے، اس لئے ضرورت ہے کہ بھینس اور کٹے کی قربانی کو غلط یا معیوب سمجھنے کے تأثر کو ختم کیا جائے اور بھینس اور کٹے کی قربانی کو بھی رواج دیا جائے، خاص طور پر جبکہ آج مہنگائی کے دور میں گائے بیل کے مقابلہ میں بھینس اور کٹے کم قیمت پر دستیاب ہو جاتے ہیں، اس کی ضرورت زیادہ ہے۔

خوبصورت جانور کی قربانی

قربانی کے لئے خوبصورت جانور کا انتخاب افضل ہے، لیکن اگر جانور خوبصورت نہ ہو اور اس میں قربانی کی دوسری شرائط موجود ہوں تو اس کی قربانی جائز ہے اور اس میں کوئی گناہ نہیں۔ بعض لوگ جانور کی خوبصورتی میں بہت غلو اور حد سے تجاوز کرتے ہیں اور صرف خوبصورتی کی خاطر بہت بھاری رقم خرچ کرتے ہیں، جبکہ اسی مقدار کا جانور اس سے بہت کم قیمت میں بآسانی دستیاب ہو جاتا ہے لیکن اس غریب کو کوئی پوچھتا ہی نہیں، منڈی میں جو جانور خوبصورت ہوتا ہے اسکے پاس تو گاہکوں کا ہجوم ہوتا ہے لیکن جو جانور ظاہر میں خوبصورت نہیں ہوتا اس غریب کے پاس کوئی گاہک نہیں ہوتا، اور آج کل نیتوں میں عام طور پر اخلاص کی کمی ہے جانور کے خوبصورت ہونے پر دوسرے لوگوں کی طرف سے تعریف ہوتی ہے اس وجہ سے لوگ اکثر خوبصورت جانور کا انتخاب کرنے لگے ہیں، اگر اخلاص کے ساتھ غیر خوبصورت جانور کی قربانی کر دی جائے

اور خوبصورتی کی قیمت بچا کر کسی اور خیر کے کام میں خرچ کر دی جائے تو اس میں دہرا اجر حاصل ہوگا۔

قربانی کے بڑے جانور میں سات سے کم حصے رکھنا

قربانی کے بڑے جانور (یعنی اونٹ، اونٹنی، نر اور مادہ گائے، بھینس) میں زیادہ سے زیادہ سات قربانی کے حصے ہو سکتے ہیں، اس سے زیادہ نہیں، البتہ سات سے کم حصے ہو سکتے ہیں، مثلاً ایک شخص نے دو حصے لئے اور باقی پانچ افراد نے ایک ایک حصہ لیا، اسی طرح یہ بھی جائز ہے کہ سات سے کم افراد اس طرح شریک ہوں کہ ان میں سے بعض کا حصہ ایک حصہ سے زیادہ ہو اگرچہ وہ زیادہ حصہ آدھا ہی کیوں نہ ہو، جبکہ یہ زائد حصہ (جو ایک حصہ سے کم ہے) نفلی درجہ کا ہو، مثلاً ایک بڑے جانور میں دو افراد اس طرح شریک ہیں کہ ان میں سے دو افراد کا حصہ ایک اور آدھا ہے اور باقی پانچ افراد کے پورے پورے ہیں۔

اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ جب دو افراد کا حصہ ایک سے زیادہ ہو گیا لیکن ایک حصہ میں وہ دونوں آدھے آدھے کے شریک ہیں تو اس طرح ایک ساتواں حصہ دو افراد میں آدھا آدھا تقسیم ہو گیا، جبکہ ساتواں حصہ آدھا آدھا جائز نہیں ہوتا، اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک ساتویں حصہ میں شرکت کی ممانعت ہے لیکن یہ ممانعت اس صورت میں ہے جبکہ اصل سے ہی واجب قربانی میں کسی کا آدھا حصہ ہو اور یہاں اصل میں آدھا حصہ نہیں، بلکہ پہلے تو ایک ایک ان کا پورا ہو گیا اور پھر نفلی درجہ میں آدھے آدھے کے اعتبار سے ایک ساتویں حصے میں شریک ہو گئے اور اس طرح کی شرکت منع نہیں، اس فرق کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے۔

خواتین کے پاس زیور کے علاوہ رقم نہ ہو تو وہ قربانی کیسے کریں

بعض خواتین کے پاس سونے، چاندی کا زیور تو اتنی مالیت کا ہوتا ہے کہ اس پر قربانی واجب ہو جاتی ہے، لیکن زیور کے علاوہ ان کے پاس علیٰحدہ سے قربانی کے لئے رقم کا انتظام نہیں ہوتا، اس لئے وہ قربانی نہیں کرتیں، حالانکہ اگر زیور کے علاوہ قربانی کے لئے الگ سے رقم نہ ہو تب بھی قربانی کرنا ضروری ہے، خواہ زیور بیچ کر ہی قربانی کیوں نہ کرنی پڑے، قربانی واجب عمل ہے اور خواتین کو زیور پہننا واجب نہیں بلکہ ایک جائز عمل ہے، لہٰذا ایک جائز عمل کی خاطر واجب عمل کو چھوڑ دینا کیسے جائز ہو سکتا ہے۔

قربانی کی کھال سے متعلق ایک اہم ذمہ داری اور اس میں کوتاہی

قربانی کی کھالوں کو اس کے صحیح شرعی مصرف میں لگانا قربانی کرنے والے کا شرعی فریضہ ہے۔ اس بارے

میں آج کل بہت کوتاہی پائی جارہی ہے۔قربانی کا جانور دیکھ بھال اور جانچ پڑتال کر خریدنے اوراس کو اپنی بساط کے مطابق انجام دینے کا تو کچھ نہ کچھ اہتمام کیا جاتا ہے لیکن اس سے غفلت اختیار کی جاتی ہے کہ اس فریضہ کی تکمیل کرتے ہوئے کھال کو صحیح صحیح اتروایا جائے اوراس کو بہتر مصرف تک پہنچایا جائے۔ کھال اترنے کے بعد اسے کسی نہ کسی طرح اپنے سر بوجھ سمجھتے ہوئے اپنے یہاں سے اٹھوانے کی فکر رہتی ہے خواہ اٹھانے اور لیجانے والا کوئی بھی ہو حالانکہ جس طرح قربانی کرنا ایک مسلمان کی ذمہ داری اور ضرورت ہے اسی طرح کھال کو ایسی جگہ لگانا جو دنیا وآخرت کے لئے زیادہ سے زیادہ فائدہ مند ہو یہ بھی اہم ضرورت اور ذمہ داری ہے۔اور قیامت کے دن جس طرح قربانی واجب ہوتے ہوئے قربانی نہ کرنے کا سوال ہوگا یہ بھی پوچھا جائے گا کہ کھال کو اس کے صحیح مصرف میں خرچ کیا اور لگایا یا نہیں؟

اہل حق علماء کی زیرنگرانی دینی مدارس وجامعات دین کی اشاعت وحفاظت اور بقاء کا ذریعہ ہیں دشمنان اسلام ان کو مٹانے کے درپے ہیں ان حالات میں ان کے ساتھ تعاون بہت بڑی نیکی ہے اوران کی طرف سے کسی کا عطیہ قبول کرلینا دینے والے کی نیک بختی اور خوش نصیبی ہے نہ کہ ان پر کوئی احسان ہے مسلمان کی سعادت اور خوش بختی کی نشانی یہ ہے کہ خود ان کو اپنا مال پیش کریں۔ بہت سے لوگ قربانی کی کھالیں ہر مانگنے والے یا صرف جان پہچان والے یا نا اہل اور دین سے ناواقف لوگوں کو دیدیتے ہیں جنہوں نے مختلف قسم کے رفاہی ادارے قائم کئے ہوئے ہیں ،لیکن یہ لوگ شرعی اصولوں کے مطابق کھالوں کے استعمال سے یا تو واقف نہیں ہوتے یا جانتے ہوئے بھی غفلت اختیار کرتے ہیں، ایسے لوگوں کو ہرگز قربانی کی کھالیں نہ دی جائیں۔

گابھن جانور کی قربانی

بہت سے لوگ گابھن جانور کی قربانی کو جائز نہیں سمجھتے ،اسی وجہ سے اگر جانور خریدنے کے بعد اس کا گابھن ہونا معلوم ہوجائے تو پریشان ہوتے ہیں، اوراس کو بدل کر دوسرے جانور حاصل کرنے کی جدو جہد کرکے تنگی اور پریشانی میں پڑتے ہیں، حالانکہ شرعاً گابھن جانور کی قربانی کرنا بلاشبہ جائز ہے اوراس میں کوئی بھی گناہ یا خرابی نہیں، البتہ ایک مسئلہ یہ ہے کہ اگر بچہ کی ولادت بالکل قریب ہو یعنی حمل کا بالکل آخری زمانہ ہو تو ایسے جانور کی قربانی بہتر نہیں مگر جائز پھر بھی ہے، گناہ اس صورت میں بھی کوئی نہیں۔

عبرت کدہ

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

مولانا محمد امجد

زَلزَلوں کی دنیا

یَاۤاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْارَبَّکُمْ اِنَّ زَلْزَلَۃَ السَّاعَۃِشَیْئٌ عَظِیْمٌ(الحج)

ترجمہ: اے لوگو! ڈرو اپنے رب سے بے شک زلزلہ قیامت کا ایک بڑی چیز ہے۔

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَھَا وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَھَا(الزلزال)

ترجمہ: جب زمین ہلا ڈالی جائے اپنے بھونچال سے اور نکال باہر کرے زمین اپنے اندر سے اپنے بوجھ کو۔

ان آیات میں قیامت کے ہولناک زلزلے کا ذکر ہے جو واقعی قیامت خیز ہوگا، جس سے پورے کائنات کی بساط ہی پلٹ جائے گی، قیامت کے اس بڑے زلزلے کے مختلف ہولناک مناظر قرآن مجید میں مختلف مواقع پر مذکور ہیں، بڑے بڑے پہاڑ اس زلزلہ سے ادھڑ کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اور دھنی ہوئی روئی کے گالوں کی طرح فضائے محیط میں اڑتے پھریں گے اور زمین تو محض ایک کُرّہ ہے اس قیامت خیز زلزلہ کی حشر سامانیوں کی زد میں تو آسمان اور اجرامِ فلکی کا سارا نظام ہوگا، کشش وثقل کا وہ مستحکم قانونِ قدرت معطل ہو جائے گا، جس کے تحت ہزاروں لاکھوں سال سے فضائے بیکراں میں اربوں کھربوں، کُرّے، ستارے اور سیارے ایک لگے بندھے نظام کے تحت مسلسل گردش میں ہیں چنانچہ تمام کرّے آپس میں ٹکرا کر پاش پاش ہو جائیں گے، زمین تو اُن لاتعداد کروں میں سے محض ایک چھوٹا سا کرہ ہے، سائنس دانوں اور اہلِ ہیئت کی تحقیق کے مطابق ایسے ایسے قوی ہیکل کرے فضا میں تنکے کی طرح تیر رہے ہیں جن کی ضخامت اور جسامت کے آگے سورج کی ضخامت بھی کسی شمار میں نہیں، اور جو اپنے اردگرد گھومنے والے کم ازکم نو سیاروں (جس میں سے زمین بھی ایک سیارہ ہے) سے سینکڑوں گُنا بڑا ہے ''فَتَبَارَکَ اللہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ'' سائنس دانوں کی تحقیق کے مطابق سورج کی سطح پر ہر آن ہر لمحہ دھماکے ہو رہے ہیں، زلزلے برپا ہیں، اور آتش فشاں پھٹ رہے ہیں، جس سے لاکھوں ایٹم بموں کے برابر توانائی خارج ہوتی

ہے، اندازہ لگاؤ قیامت کے اس زلزلے کا جو اس سارے کے سارے نظام کے بخیے اُدھیڑ کر رکھ دیگا، قرآن مجید میں قیامت کے اس تمہیدی زلزلے سے کروں پر برپا ہونے والی قیامت کی منظر کشی ایک موقعہ پر یوں کی گئی ہے:

اِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ (انفطار)

ترجمہ: ''جب آسمان پھٹ جائے گا اور جب ستارے (کُرّے) جُھڑ جائیں گے اور جب سمندر اُبل پڑیں گے (خشکی، تری کی تفریق و درجہ بندی مٹ جائے گی)''

اور ایک موقعہ پر یوں منظر کشی کی گئی ہے،

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ وَاِذَا النُّجُومُ انْكَدَرَتْ وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ (تکویر)

ترجمہ: ''جب سورج بے نور ہو جائے گا اور جب ستارے ماند پڑ جائیں گے اور جب پہاڑ چلا دیے جائیں گے''۔

یہ تو قیامت کے اس بڑے زلزلے کا حال ہے، جس کو خود اللہ تبارک وتعالیٰ نے ''شَيْءٌ عَظِيمٌ'' فرمایا ہے۔ اب ذرا قیامت سے پہلے دنیوی زندگی میں اس کرہ ارض پر برپا ہونے والے زلزلوں کا ذکر ملاحظہ ہو جو عام طور پر انسان کے کفر وطغیان اور سرکشی کے حد سے بڑھ جانے پر عذابِ الٰہی کا ایک جھٹکا ہوتا ہے جس کے ذریعے انسان کو جھنجھوڑا جاتا ہے، اللہ اکبر! انسان کی غفلت اور سرکشی اتنی بڑھ جاتی ہے کہ انبیاء کی تعلیمات، زمانے کے عام حوادث، اور قدم قدم پر بکھرے قدرت کے کاریگری کے نشانات اور خود انسان کے جسم وجان میں لمحہ بہ لمحہ پیدا ہونیوالے تغیرات اور قوموں کی زندگی میں آنے والے انقلابات یہ ساری چیزیں انسان کو جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر تھک جاتی ہیں، لیکن غفلت کا متوالا انسان خوابِ غفلت سے کروٹ بدلنے کا نام ہی نہیں لیتا، تب انسانوں کا رب، زمین وآسمان کو چلانے اور سدھارنے والا پروردگار، بحر و بر کا مالک، اور خشکی وتری کا حکمران انسان کو جگانے کے لئے زمین کو جھنجھوڑ ڈالتا ہے، اس کے قہر کا اشارہ پا کر زمین کانپنے لگتی ہے، سمندروں میں کھلبلی مچ جاتی ہے، پہاڑوں میں برپا ہو جانے والا ہیجان آتش فشاں بن کر آگ اگلنے لگتا ہے، جس کے نتیجے میں آبادیوں کی آبادیاں پیوندِ زمین ہو جاتی ہیں، ہنستے بستے شہر آناً فاناً شہرِ خموشاں بن جاتے ہیں،، ان زلزلوں کی زد میں آنے والے تو اپنے اچھے برے اعمال کی دستاویز کے ساتھ یوم الحساب کے مُنصف کے سامنے پہنچ جاتے ہیں، جہاں کا قانون یہ ہے:

''فَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ خَیۡرًا یَّرَہٗ وَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ''

ترجمہ: جس نے ذرہ بھر اچھا عمل کیا وہ اس کا نتیجہ دیکھ لے گا اور جس نے ایک ذرہ برابر بُرا عمل کیا وہ اس کو بھگت لے گا''

اور باقی زندہ انسانوں کے لئے یہ زلزلے عبرت کا درس لئے ہوئے ان سے اپنی اصلاح اور اپنے طرزِ زندگی پر نظرِ ثانی کا مطالبہ کرتے ہیں، لیکن بہت کم لوگ اس سے عبرت پکڑتے ہیں، ورنہ اکثر لوگوں کی حالت تو اس آیت کے مصداق ہوتی ہے:

اَمۡوَاتٌ غَیۡرُ اَحۡیَاءٍ وَّمَا یَشۡعُرُوۡنَ اَیَّانَ یُبۡعَثُوۡنَ''

زندہ نہیں مردہ ہیں اور ہر قسم کے شعور اور جاگنے اور جگائے جانے کی گھڑی سے بے خبر ہیں۔

کچھ دن پہلے برپا ہونے والے ''سونامی'' نامی سمندری زلزلہ اور طوفان جو لاکھوں لوگوں کی زندگی سے کھیل گیا، ایک ایسے وقت رونما ہوا، جب بحرِ ہند کے ان تمام ساحلی پٹیوں اور جزیروں میں سرتاپا مادیت میں غرق انسان کرسمس ڈے اور نیو ائر نائٹ کی تقریبات کے بہانے عیش وطرب اور ناؤ ونوش کے لئے جمع تھے، قرآن مجید کی یہ آیت اس موقعہ پر کیسی صادق آتی ہے:

اَوَاَمِنَ اَھۡلُ الۡقُرٰی اَنۡ یَّاۡتِیَھُمۡ بَاۡسُنَا ضُحًی وَّھُمۡ یَلۡعَبُوۡنَ''

ترجمہ: کیا بے فکر ہو گئے بستیوں والے اس بات سے کہ ہمارا عذاب ان پر دن چڑھے آئے جبکہ وہ لہو ولعب میں مشغول ہوں۔

ہم مسلمانوں کے لئے اس واقعہ میں عبرت کا بہت بڑا سامان ہے، اور شکر کا بھی مقام ہے، کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے اس عذاب سے محفوظ رکھا، ورنہ بحرِ ہند میں اٹھنے والی یہ طوفانی موجیں کچھ ہی آگے بڑھ کر بحیرہ عرب میں ٹھاٹھیں مارنے لگتیں تو کراچی کا ساحل بھی خدانخواستہ اس کی زد میں آ سکتا تھا۔ اور کراچی تو پورے ملک کی تجارت وصنعت اور معیشت میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے، اس سے آگے کا تو تصور کرنے سے بھی رونگھٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ وطنِ عزیز کو ہر بلا وابتلا سے محفوظ رکھے، اور ہر قسم کی اندرونی بیرونی سازشوں اور خطرات اور قدرتی اور سماوی آفات سے بچائے، اور پوری امت کی حالتِ زار پر رحم فرمائے۔

اسلام کی تعلیمات نبی علیہ السلام کے اسوۂ حسنہ کی روشنی میں ایسے موقعہ پر یہ ہیں کہ آدمی فوراً اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع وانابت اختیار کرے، اپنے گناہوں پر صدقِ دل سے معافی مانگے، اور آئندہ سب گناہوں سے باز

آ جائے، آپ علیہ السلام کا تو حال یہ تھا کہ ہوا بھی ذرا تیز چلنے لگتی تو فوراً اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاتے اور فرماتے کہ اسی ہوا کے ذریعے بعض قوموں کو تباہ کیا گیا ہے، ایسے موقعوں پر یہ دُعا بھی منقول ہے:

"اَللّٰھُمَّ لاَ تَقْتُلْنَا بِغَضَبِکَ وَلاَ تُھْلِکْنَا بِعَذَابِکَ وَعَافِنَا قَبْلَ ذٰلِکَ"

اے اللہ! ہمیں اپنے غضب سے قتل نہ فرما اور اپنے عذاب سے ہمیں ہلاک نہ کر اور اس سے پہلے ہمیں عافیت عطا کر (حصن حصین)

اب ذرا ایک خاکہ گذشتہ کچھ صدیوں میں رونما ہونے والے بڑے بڑے زلزلوں کا ملاحظہ ہو:

سنِ وقوع	ملک	جانی نقصان کا تخمینہ
۸۵۶ء	یونان	۵۰ ہزار
۸۹۳ء	ایران	ڈیڑھ لاکھ سے زیادہ
۱۱۳۸ء	شام	ایک لاکھ سے زیادہ
۱۲۹۰ء	چین	ایک لاکھ

اس تیرہویں صدی کے دوران مصر و شام اور بحیرہ روم کے مختلف علاقوں میں کئی زلزلے آئے جن میں بعض بہت ہی زیادہ تباہ کن تھے، ان زلزلوں سے کئی لاکھ لوگ ہلاک ہوئے:

سنِ وقوع	ملک	جانی نقصان کا تخمینہ
۱۵۵۶ء	چین	کئی لاکھ
۱۷۵۵ء	پرتگال (سمندری زلزلہ)	۷۷ ہزار
۱۸۵۰ء	چین	لاکھوں میں
۱۸۹۶ء	جاپان	۲۷ ہزار
۱۹۰۸ء	اٹلی کا جزیرہ سسلی	دو لاکھ
۱۹۱۵ء	وسطی اٹلی	۹۰ ہزار
۱۹۲۰ء	چین	۲ لاکھ
۱۹۲۳ء	جاپان	ایک لاکھ ۹۰ ہزار سے اوپر
۱۹۲۷ء	چین	۲ لاکھ

۱۹۳۲ء	چین	ستر ہزار
۱۹۳۵ء	کوئٹہ (پاکستان)	ساٹھ ہزار
۱۹۳۹ء	چلیؔ (جنوبی امریکہ)	۳۰ ہزار
۱۹۵۰ء	بھارت (تبت)	۱۵ ہزار
۱۹۶۰ء	مراکش	۱۲ ہزار
۱۹۶۲ء، ۱۹۶۸ء	ایران	۲۰ ہزار سے اوپر
۱۹۷۰ء	پیرو (جنوبی امریکہ)	۷۰ ہزار
۱۹۷۲ء	امریکہ (نکاراگوا)	۵ ہزار
۱۹۷۶ء	گوئٹے مالا	۲۳ ہزار
۱۹۷۶ء	چین	دو لاکھ سے اوپر
۱۹۸۰ء	الجزائر	۵ ہزار
۱۹۸۵ء	میکسیکو (وسطی امریکہ)	۷ ہزار
۱۹۸۸ء	آرمینیا	۲۵ ہزار
۱۹۹۰ء	ایران	۳۵ ہزار
۱۹۹۳ء	بھارت (تامل ناڈو)	۶ ہزار
۱۹۹۹ء	ترکی	۴۵ ہزار
۲۰۰۱ء	بھارت (گجرات)	۲۰ ہزار
۲۰۰۳ء	الجزائر	۲۰ ہزار
۲۰۰۳ء	ایران	۵۰ ہزار

اوراب ۲۶ دسمبر ۲۰۰۴ء کو بحرِ ہند کے سونامی طوفان سے ساحلی ممالک سری لنکا، بھارت، تھائی لینڈ، مالدیپ، میانمار، ملائیشیا، انڈونیشیا اور بنگلہ دیش کی ساحلی پٹیوں پر اب تک کی معلومات کے مطابق دو لاکھ سے زیادہ لوگ ہلاک ہوئے، جس میں کافی بڑی تعداد اُن سیاحوں کی بھی تھی، جو کہ کرسمس ڈے اور نیو ائر نائٹ کا جشن منانے یہاں جمع تھے، اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو ان ہولناک تباہیوں سے محفوظ رکھیں۔

طب وصحت مولانا محمد امجد

طبی معلومات ومشوروں کا مستقل سلسلہ

گوشت کے طِبّی خواص

عیدقربانی کے موقعہ پرقربانی کے دینی فریضے کی ادائیگی کی وجہ سے گوشت کی کثرت وبہتات ہوتی ہے، مسلمانوں میں تو عیدقربان کے علاوہ بھی سال بھر گوشت کا وافر استعمال ہوتا ہے، پھرعید کا یہ موقعہ ایک تو ویسے بھی خوشی کا موقعہ اورکھانے پینے کے ایام ہوتے ہیں، مزید یہ کہ مہمانی خود اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے اورکھانے کا انتظام قربانی کے شرعی حکم کی وجہ سے گوشت کی شکل میں ہوتا ہے، ورنہ پہلی قوموں کی قربانی کو تو آسمانی آگ آکر جلاڈالتی تھی، جب ہمارے رب نے اپنی کبریائی بھینٹ چڑھنے والے جاندار کو بجائے اپنی طرف سے آگ بھیج کر جلاڈالنے کے خود ہمیں ہی کھانے کی اجازت دے دی تو یہ کریم رب کی طرف سے ہماری مہمانی نہ ہوئی تو اور کیا ہوا اوراس مہمانی کو شاہی حکم کے ذریعے قبول کرنا بھی ضروری قرار دیا چنانچہ قربانی کے ان تین دنوں میں روزہ رکھنے کی ممانعت فرمائی۔ اورصدقے اپنے رب کے جائیں کہ چوپایوں کا گوشت ہمارے لئے حلال کیا اورگوشت کے ذریعے سال میں ایک موقعہ پر اپنی میزبانی کے شرف سے ہمیں مشرف فرمایا تو اس میں بھی یہ نہیں کیا کہ کتے بلے، خچر، گدھے، سور خنزیر وغیرہ ہر جانور پہ دانت تیز کرنے کی جازت دی ہو بلکہ یہاں بھی ہماری جسمانی ضرورت کے ساتھ ساتھ ہماری روحانی ضرورت اوراخلاق وعادات کی حفاظت ودرستگی کو ملحوظ رکھا، کیونکہ باتفاق اطباء واہل سائنس یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ غذا اپنی غذائیت کی صورت میں آدمی کی جسمانیت اورروحانیت دونوں پر گہرے اثرات ڈالتی ہے، چنانچہ جن چوپایوں، جانوروں میں کوئی نمایاں صفت ہوتی ہے، خصوصاً بُری صفات تو ان جانوروں کا گوشت کھانے سے کھانے والوں میں وہ منفی صفات منتقل ہوتی ہیں، خنزیر خور قوموں میں دیوسی وبے حیائی کی افراط وبہتات کا ایک اہم سبب خود یہ خنزیر کھانا ان کھانے والوں کے اہل انصاف بھی تسلیم کرتے ہیں، یہی حال دوسرے حرام جانوروں کا بھی ہے جن کو شریعت نے حرام قرار دیا ہے کہ اطباء کی تحقیق کے مطابق یا تو ان کے گوشت میں مضر اثرات ہوتے ہیں جو انسان کی صحت کے لئے مفید بلکہ بسا اوقات مہلک ہوتے ہیں اوریا ان جانوروں کی صفات وعادات اورسرشت وطبیعت

میں کچھ خبائث ہوتی ہیں، جن کے اثرات ان کے کھانے والوں میں بھی آہستہ آہستہ منتقل ہو جاتے ہیں، اس لئے شریعت نے صرف اِن جانوروں کی قربانی جائز قرار دی ہے اونٹ، گائے، بھینس، بھیڑ، بکری، دنبہ (ان سب کے نر و مادہ دونوں مراد ہیں) (جیسا کہ سورہ انعام آیت ۱۴۳ و ۱۴۴ میں ان جانوروں کا ذکر ہوا ہے) اور عام حالات میں بھی انہی جانوروں کا گوشت، دودھ زیادہ تر استعمال ہوتا ہے۔

عید کے موقعہ پر گوشت کی فراوانی کی وجہ سے بعض دفعہ کھانے میں بے اعتدالی ہو جاتی ہے جس کا نتیجہ بیماری وغیرہ کی صورت میں نکلتا ہے کیونکہ قربانی کے ان جانوروں کا گوشت طبی طور پر مختلف قسم کا ہوتا ہے، ثقیل، لطیف، زود ہضم، دیر ہضم، بادی والا، غیر بادی والا، اور آدمیوں کی طبیعت، صحت اور مزاج بھی مختلف ہوتے ہیں کسی طبیعت کو کوئی گوشت راس آتا ہے تو دوسری طبیعت کو وہی گوشت سخت مضر ہوتا ہے پھر آب و ہوا اور موسم کے اختلاف سے بھی کسی گوشت کے مضر و مفید ہونے کا حکم ادلتا بدلتا رہتا ہے، پھر لوگوں کی حالت بھی مختلف ہوتی ہے، کوئی سخت جفاکش اور محنت و مشقت کا کام کرنے والا اور صحیح المعدہ ہوتا ہے اور کوئی ضعیف المعدہ اور محنت و مشقت سے نا آشنا ہوتا ہے

ان وجوہات کی بنا پر سب کا ایک حکم نہیں اور نہ ایک آدمی اپنے آپ کو دوسرے پر قیاس کر سکتا ہے۔ اس لئے ضرورت ہوئی کہ ہر آدمی اپنی طبیعت و حالات کو ملحوظ رکھ کر گوشت کے استعمال میں تقلیل و تکثیر کرے ہاں مختصراً قربانی کے ان جانوروں کے گوشت کے طبی خواص ذکر کئے جاتے ہیں۔

گائے

ایک روایت میں ذکر ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے گائے کے دودھ اور گھی کو باعث شفا اور مفید قرار دیا ہے جبکہ اس کے گوشت کو مضر فرمایا (سنتِ نبوی اور جدید سائنس ج ۱/۴۲۹، بحوالہ مسند امام اعظم)

اطباء کی بھی یہی تحقیق ہے اس کا گوشت بالخصوص بوڑھی گائے ثقیل، دیر ہضم فاسد خون پیدا کرتا ہے اور موجبِ سودا ہے، عرق النساء اور جوڑوں کے دردوں والے کو خاص طور پر مضر ہے، مزاج کے اعتبار سے یہ گوشت گرم خشک ہے، دارچینی، سیاہ مرچ اور ادرک اس کے لیے مصلح ہے عام حالت میں آدمی کے لئے اس کی معتدل یومیہ خوراک آدھ پاؤ تک ہونی چاہیے، البتہ بچھڑے کا گوشت بہتر ہے

بھینس

اس کا گوشت اکثر صفات میں گائے کی طرح ہے، مصلح اس کا ادرک ہے اور اس کے بھی کٹے کا گوشت ضرر

میں کم سے کم ہے اور اسکا دودھ نہایت مقوی اور بدن کو فربہ کرنے والا ہے

دنبہ

غذائیت سے بھرپور بدن کو فربہ کرنیوالا، اعضاء کو تقویت دینے والا اور مقوی باہ ہے البتہ ذرا دیر ہضم ہے مصلح اس کا دارچینی اور ادرک ہے۔ اسکی چربی ورم کو تحلیل کرتی ہے اور پٹھوں کو نرم کرتی ہے خشکی کے تشنج اور جوڑوں کے لئے بھی اس کا گوشت مفید ہے

بھیڑ

غذائیت سے بھرپور خون کو گاڑھا کرنیوالا اعضاء کو قوت دینے والا بدن کو فربہ کرنے والا ہے اس کا زیادہ چکنا گوشت دیر سے ہضم ہوتا ہے اور ضعیف المعدہ لوگوں کو موافق نہیں آتا اس کی مینگنی ورم پر نرم وگرم کر کے باندھی جائے تو ورم کو تحلیل کرتی ہے۔

بکری

اس کا گوشت گرم تر ہوتا ہے، زود ہضم ہے صالح خون پیدا کرتا ہے لیکن پہاڑی بکرے/بکری کا گوشت دیر ہضم ہوتا ہے گرم مصالحہ حسبِ ضرورت اس کو زود ہضم بنا سکتا ہے اس کا گرم گرم گوشت درد والی جگہ پر رکھا جائے تو درد کو موقوف کرتا ہے اس کی مینگنی کا لیپ بھی ورم کو تحلیل کرتا ہے۔

اونٹ

اس کا گوشت گرم خشک ہوتا ہے ذائقہ اس کا نمکین و تیز ہوتا ہے دیر ہضم ہے فاسد اخلاط پیدا کرتا ہے اعضاء اور باہ کو تقویت دیتا ہے صفراوی خون پیدا کرتا ہے سیاہ یرقان اور پیشاب کی جلن میں مفید ہے اس کا دودھ استسقاء کی بیماری کے لئے سودمند ہے اس کی پنڈلی کا گودا حمل ٹھہرانے میں مفید ہے اس کی چربی کا لیپ بواسیر کے لئے مفید ہے۔

قربانی والے کا چھری پر پھونک مار کر ذبح کے لئے دینا

بعض لوگ اپنی قربانی کرنے کے لئے قصاب کو چھری پر پھونک مار کر دیتے ہیں اس کے بعد اس چھری سے قصاب جانور کو ذبح کرتا ہے، اس کی کوئی شرعی حیثیت نہیں، بلکہ ایک فضول اور مہمل عمل ہے جس پر کوئی فائدہ یا ثواب مرتب نہیں ہوتا۔

اخبارِ ادارہ مولانا محمد امجد

ادارہ کے شب وروز

❑...... جمعہ، ۱۱، ۱۸، ۲۵ ذیقعدہ ۔اصحابِ ثلاثہ (حضرت مدیر، مفتی یونس ،مفتی امجد صاحبان) کی تینوں مساجد (مسجد امیر معاویہ کوہاٹی بازار۔ مسجد سیدنا بلال غزالی روڈ۔ مسجدِ نسیم ،گل نور مارکیٹ مری روڈ) میں حسبِ معمول قبل از جمعہ وعظ اور بعد از جمعہ مسائل کی نشستیں منعقد ہوئیں

❑...... ہفتہ ،۱۲، ذیقعدہ ۔ عارف باللہ حضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب دامت برکاتہم ادارہ میں تشریف لائے۔

❑...... اتوار، ۱۳، ۲۰، ۲۷ ذیقعدہ۔ حضرت مدیر دامت برکاتہم کی ہفتہ وار اصلاحی مجالس حسبِ معمول منعقد ہوتی رہیں۔

❑...... اتوار ۲۷، ذیقعدہ۔ ناظم ماہنامہ التبلیغ کی طرف سے جملہ کارکنانِ ادارہ کو ماہنامہ کے ایک سال مکمل ہونے پر شکرانہ کے طور پر ضیافت دی گئی اسی تقریب میں عید الاضحیٰ کی تعطیلات وغیرہ امور کے سلسلے میں مشاورت بھی ہوئی۔

❑...... پیر ۱۴، ذیقعدہ۔ مولانا محمد امجد صاحب کراچی کے ایک عشرہ کے سفر سے واپس ادارہ پہنچ گئے

❑...... پیر ،۲۱/ ذیقعدہ ۔شعبہ حفظ کے طالب علم محمد فیاض کے تکمیلِ حفظ کی دعائیہ تقریب منعقد ہوئی ،متعلم کے اعزہ بھی شریک ہوئے۔ حضرت مدیر دامت برکاتہم کا بیان ہوا اس کے بعد دعا ہوئی۔

❑...... پیر، ۲۸/ ذیقعدہ۔ حضرت حاجی حافظ قاری محمد عثمان صاحب دامت برکاتہم (فاضل شعبہ تجوید دار العلوم دیوبند، خلیفہ حضرت حاجی محمد عاشق الٰہی صاحب، قصبہ رام پور، یوپی) کیرانہ (انڈیا) سے تشریف لائے۔

❑...... منگل ،۲۲، ۲۹، ذیقعدہ اساتذہ کرام و کارکنانِ ادارہ کے لئے حضرت مدیر دامت برکاتہم کے ہفتہ وار اصلاحی بیانات ہوئے۔ منگل ۱۵/ ذیقعدہ کو یہ بیان نہ ہوسکا۔

❑...... بدھ ۲۳/۱۶ ذیقعدہ۔ حضرت مدیر دامت برکاتہم کی طلبہ کرام کیلئے ہفتہ وار اصلاحی نشستیں منعقد ہوئیں۔

❑...... جمعرات ۱۷/ ذیقعدہ حضرت مولانا ڈاکٹر حافظ تنویر احمد خان صاحب دامت برکاتہم دار الافتاء تشریف لائے حضرت ڈاکٹر صاحب کی تازہ تالیف ''ظہورِ مہدی اور موجودہ صدی'' جس کی تصحیح وکمپوزنگ کا کام ادارے

Idara Ghufran

میں ہی ہو رہا تھا۔بحمد اللہ آج مکمل ہوا یہ کتاب چند دنوں میں چھپ کر منظرِ عام پر آ رہی ہے۔آج کی نشست میں حضرت مدیر دامت برکاتہم کی درخواست پر حضرت موصوف نے اپنی زندگی کا اجمالی سوانحی خاکہ بھی ارشاد فرمایا۔

❑......جمعرات، ۱۷، ۲۴ ذیقعدہ اور ۲ ذی الحجہ۔طلبہ کرام کی ہفتہ وار بزمِ ادب کی نشستیں حسبِ معمول منعقد ہوتی رہیں۔

❑......ماہ ذیقعدہ کے آخری عشرہ میں ادارہ کے زیرِ انتظام ہونے والی اجتماعی قربانیوں میں لوگوں کی طرف سے حصہ لینے کا عمل شروع ہوگیا۔ادارہ میں ہر سال کی طرح امسال بھی اجتماعی قربانیوں کا انتظام کیا گیا ہے۔

❑......۲ رذی الحجہ بروز جمعرات مولانا محمد امجد صاحب مدرسہ عربیہ اسلامیہ (سکوٹ، کلر سیداں) امتحان اور بیان کے لئے مولانا خلیل اللہ صاحب کی دعوت پر تشریف لے گئے۔

❑......۲ رذی الحجہ بروز جمعرات مولانا محمد یونس صاحب ایک دن کے لئے اپنے آبائی گاؤں غریب وال (ضلع اٹک) تشریف لے گئے۔

پورے گھر کی طرف سے صرف ایک قربانی کرنا

بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ اگر ایک چھوٹے جانور (یعنی بکرے دنبے وغیرہ) کی قربانی کردی جائے تو وہ گھر کے تمام افراد کی طرف سے کافی ہوجاتی ہے، یہ بھی کم علمی ہے، اگر گھر کے دوسرے افراد عاقل، بالغ اور صاحب نصاب ہوں تو ان کی طرف سے الگ الگ قربانی کرنا ضروری ہے، سب کی طرف سے ایک قربانی کافی نہیں، البتہ اگر گھر میں ''صاحب نصاب'' ہی ایک شخص ہو تو پھر قربانی صرف اسی پر واجب ہے دوسروں پر ضروری نہیں۔

خصی جانور کی قربانی

بعض لوگ خصی کئے ہوئے جانور کی قربانی کو اچھا نہیں سمجھتے، یعنی خصی ہونے کو جانور کا عیب سمجھتے ہیں، حالانکہ شرعاً جانور کا خصی ہونا نہ تو کوئی عیب ہے اور نہ ہی خصی جانور کی قربانی میں کوئی خرابی ہے، کئی احادیث سے خصی جانور کی قربانی کا ثبوت ملتا ہے (ذَبَحَ النَّبِیُّ ﷺ یَوْمَ الذِّبحِ کَبْشَیْنِ اَقْرَنَیْنِ اَمْلَحَیْنِ مَوْجُوْئَیْنِ (ای خصیین) (ابوداؤد کتاب الضحایا، ابن ماجہ کتاب الاضاحی، مسند احمد، مجمع الزوائد، المغنی مع الشرح الکبیر ج ۱۱ ص ۱۰۲)

اخبارِ عالم

ابوجویریہ

دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم ومفید حالات وواقعات، حادثات وتغیرات

✍ **28 دسمبر:** محنت کشوں کی کم سے کم اجرت 3 ہزار، پنشن 1 ہزار کرنے کا اعلان ★ بحرِ ہند میں زلزلے سے طوفان 10 ممالک میں ہولناک تباہی ✍ **29 دسمبر:** صدر کی زیرِ صدارت اعلیٰ سطحی اجلاس مارچ میں غیر جماعتی بنیادوں پر بلدیاتی انتخابات کرانے کا فیصلہ ★ پاک بھارت مذاکرات اہم پیشرفت کے بغیر ختم ★ دہشت گردی کے خلاف آپریشن تیز کرنے کا فیصلہ موبائل اور فون کنکشن کے لیے شناختی کارڈ اور نادرا آن لائن تصویر لازمی قرار دے دی گئی ★ بحر ہند میں قیامت خیز زلزلے میں ہلاک ہونیوالوں کی تعداد 70 ہزار سے متجاوز ✍ **30 دسمبر:** ریاض میں 2 خُودکش کار بم دھماکے، بڑے پیمانے پر تباہی جھڑپوں میں 3 مشتبہ افراد جاں بحق ✍ **31 دسمبر:** دونوں عہدے پاس رکھوں گا، صدر کا باضابطہ اعلان ✍ **یکم جنوری 2005:** نواب شاہ: کوچ کی ٹکر سے ٹینکر کو آگ لگ گئی، 31 افراد کوئلہ بن گئے ★ انڈونیشیا: مرنیوالوں کی تعداد ایک لاکھ ہوگئی، بچ جانیوالے لوگ پتے کھا کر زندہ ہیں ✍ **2 جنوری:** متحدہ مجلس عمل کی اپیل پر وردی کے خلاف ملک بھر میں یومِ سیاہ، احتجاجی مظاہرے ★ ملک بھر میں طوفانی بارشیں، 16 افراد جاں بحق درجنوں مکانات منہدم پسنی میں فوج طلب ★ راولپنڈی: واران بس نے موٹر سائیکل سوار 3 دوستوں کو کچل کر مار ڈالا، ڈرائیور فرار ✍ **3 جنوری:** لالہ موسیٰ میں دہشتگردی، سابق رکن قومی اسمبلی منظور حسین شاہ 3 محافظوں سمیت جاں بحق ★ عراقی نیشنل گارڈز کی بس پر فدائی حملہ، 25 ہلاک، گوریلا کارروائیوں میں مزید 9 مارے گئے ★ شمالی وزیرستان: پاکستانی حدود میں گھسنے والا امریکی طیارہ تباہ ✍ **4 جنوری:** عراقی وزیر اعظم کے دفتر سمیت اہم مقامات پر 3 فدائی حملے، 40 ہلاک، 50 سے زائد زخمی ★ میرانشاہ، ٹوچی سکاؤٹس پر امریکی فائرنگ 3 اہلکار جاں بحق، پاکستان کا امریکہ سے شدید احتجاج ✍ **5 جنوری:** عراق میں فدائی حملے اور جھڑپیں، گورنر بغداد قتل، 9 امریکی، 3 برطانوی فوجیوں سمیت 44 ہلاک ★ اسلام آباد کے لئے نئے ائیر پورٹ کی منظوری دے دی گئی، ائیر پورٹ ترنول کے قریب تعمیر کیا جائیگا، پنڈ رانجھا کے قریب بنے گا، زمین حاصل کر لی گئی ✍ **6 جنوری:** مارچ میں پورے ملک کے اندر ''ہفتہ بدھ مت'' منانے کا فیصلہ، مذہبی سیاست کی حوصلہ افزائی کریں گے، وزیر اعظم ★ ایران نے جوہری ادارے کو ایٹمی تنصیبات کے معائنے کی اجازت دیدی ✍ **7 جنوری:** بحر ہند میں سونامی سے خبردار کرنے والا

Iqra Ghufran

نظام قائم کرنیکا فیصلہ، تمام امدادی کام اقوام متحدہ کرے گا، امریکی گروپ تحلیل ★بگلیہار ڈیم پر مذاکرات ناکام، پاکستان کے اعتراضات مسترد ✍ **8 جنوری**: پاسپورٹ میں مذہب کا خانہ بحال نہ کرنے اور وردی کے خلاف ملک بھر میں احتجاجی مظاہرے وزیر داخلہ کے گھر کے گھیراؤ کی دھمکی ★ کابینہ کمیٹی کا اجلاس مذہب کا خانہ بحال کر نے کی سفارش ★ پاکستان کا سب سے بڑا بحری جہاز قومی جہاز راں کارپوریشن میں شامل کرلیا گیا ✍ **9 جنوری**: آغا ضیاء الدین پر حملہ، گلگت میں ہنگامے، 15 جاں بحق، کرفیو نافذ ✍ **10 جنوری**: گلگت میں مسلسل کرفیو، ہنزہ میں اے سی کا دفتر نذر آتش، سکردو میں سڑکیں بلاک، آغا ضیاء الدین سی ایم ایچ راولپنڈی منتقل ★ سوئی گیس فیلڈ پر راکٹوں سے حملہ، 6 جاں بحق، مین پائپ لائن تباہ، سپلائی معطل ✍ **11 جنوری**: گیس تنصیبات پر حملے جاری، مزید 4 افراد مارے گئے 20 زخمی، پنجاب اور سندھ کو سپلائی منقطع ★ سندھ طاس معاہدے کی خلاف ورزی، بھارت نے دریائے چناب اور جہلم پر 3 متنازع منصوبے شروع کردیئے ✍ **12 جنوری**: سوئی: خونریز جھڑپیں، ایف سی قافلے پر حملہ 8 اہلکاروں سمیت 10 جاں بحق، گیس پلانٹ بند ✍ **13 جنوری**: پکتیکا ائیر پورٹ پر طالبان کا حملہ، 10 امریکی ہلاک متعدد زخمی، ایک طیارے کو نقصان، ایک گاڑی تباہ ★ صوبائی حکومت کی درخواست پر سوئی میں فوجی آپریشن کر سکتے ہیں وفاقی وزیر داخلہ ★ گیس پلانٹ پر چھوٹے ہتھیاروں کے 14000 راؤنڈ فائر کیے جا چکے ہیں، راکٹ لانچر سے 435 جبکہ فور بیرل راکٹ لانچر سے بھی پچاس ساٹھ راؤنڈ فائر کیے جا چکے ہیں، زیادہ تر حملے بگٹی ہاؤس کی طرف سے فائر ہوئے۔

عید کی نماز کی فضیلت

بے شک اللہ تعالیٰ عیدین کے دنوں میں زمین والوں کی طرف خصوصی رحمت کے ساتھ متوجہ ہوتے ہیں پس تم (عید کی نماز کے لئے) اپنے گھروں سے نکلو، تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت سایہ فگن ہو جائے گی (کنز العمال)

اس وقت دنیا کے مختلف خطوں کو شدید زلزلوں کا سامنا ہے اور ملکِ پاکستان سمیت کئی ملکوں میں سخت ترین زلزلوں کی آمد کے خطرات سروں پر منڈلا رہے ہیں۔ اس سلسلے میں آپ کو کیا کرنا چاہئے۔

اگر آپ یہ کچھ جاننا چاہتے ہیں تو ادارہ غفران کے مطبوعہ رسالے

''زلزلہ اور اس سے حفاظت'' کا آج ہی مطالعہ فرمائیے۔